سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا
الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ

أنوار السراج
في ذكر الإسراء والمعراج

المعروف بہ

معراج کی باتیں

مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی بلند شہری

ادارۃ المعارف کراچی ۱۴



باہتمام : محمد مشتاق تقی

طبع جدید : ربیع الاول ۱۴۲۴ھ مئی ۲۰۰۳ء

مطبع : احمد پرنٹنگ پریس، ناظم آباد کراچی

ناشر : ادارۃ المعارف کراچی۔ احاطہ دارالعلوم کراچی ۱۴

فون : 5049733 - 5032020

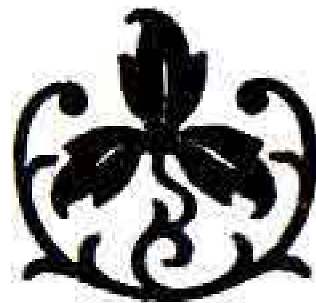
ای میل : i_maarif@cyber.net.pk

ملنے کے پتے:

- ادارۃ المعارف کراچی احاطہ دارالعلوم کراچی ۱۴
  فون: 5049733 - 5032020
- مکتبہ معارف القرآن کراچی احاطہ دارالعلوم کراچی ۱۴
  فون: 5031565 - 5031566

معراج کی باتیں

جس میں حدیث و تفسیر اور سیرت کی کتابوں سے معراج شریف کے واقعہ کی تفصیل لکھی گئی ہے، اور عالمِ علوی و عالمِ سفلی کے مشاہدات بیان کئے ہیں۔ بُراق پر سوار ہونا، بیت المقدس میں حضرات انبیاء کرام علیہم السّلام کو نماز پڑھانا، آسمانوں پر تشریف لے جانا، وہاں حضرات انبیاء کرام علیہم السّلام سے ملاقات ہونا، ان حضرات کا مرحبا کہنا، حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے بار بار توجہ دلانے پر پچاس نمازوں کی جگہ پانچ نمازیں فرض رہ جانا، سدرۃ المنتہیٰ اور البیت المعمور کا ملاحظہ فرمانا، جنّت میں داخل ہونا، دوزخ کو دیکھنا اور دیگر امور تفصیل سے لکھے ہیں، اور واقعۂ معراج کے اسرار و حکم بیان کئے ہیں۔ آخر میں ملحدین و منکرین کے اشکالات کا جواب دیا ہے۔



فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ ورفعه الدرجات العلیٰ، فمن اٰمن به اهتدیٰ ونجا، ومن لم یومن به هلك وفی اودیة الضلال سقط وهوی، فصلی الله تعالیٰ علیه وعلیٰ اٰله وصحبه ومن بهم اقتدیٰ، وعلیٰ من تبعهم باحسان وبعهدیهم اهتدیٰ: امابعد:

اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کے کرم سے احقر نے یہ رسالہ تالیف کیا ہے جس میں اسراء اور معراج کے واقعات درج کئے ہیں، عموماً صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور دیگر کتبِ حدیث سے روایات جمع کی ہیں۔ کتبِ تفسیر میں زیادہ تر تفسیر ابن کثیر سے روایات لی ہیں، اور بعض چیزیں امام بیہقیؒ کی دلائل النبوۃ اور سیرت ابن ہشام سے بھی اخذ کی ہیں۔ الحمدللہ یہ مجموعہ مستند بھی ہے اور مفصل بھی، معراج کے سفر کی مرئیات اور مرویات کتبِ حدیث میں تتبّع اور تلاش کے بعد لکھی ہیں اور معراج کے حِکَم اور اسرار جو شراحِ حدیث کے کلام میں ملے انہیں بھی سپردِ قرطاس کردیا ہے۔

معراج شریف کا واقعہ تقریباً پچیس صحابہ کرامؓ سے مروی ہے جن میں حضرت انس بن مالک، حضرت ابوذر غفاری، حضرت مالک بن صعصعہ، حضرت بریدہ اسلمی، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت ابوسعید خدری، حضرت شداد بن اوس، حضرت ابن عباس، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابوہریرہ، حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی ہیں۔ معراج شریف کا عظیم واقعہ جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم معجزات میں سے ہے، کس سنہ میں پیش آیا اس بارے میں اصحاب سِیَر کے متعدد اقوال ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ بعثت کے بعد دس سال

گزر جانے کے بعد معراج کا واقعہ ظہور پذیر ہوا۔ حضرت ابن شہاب زہریؒ نے فرمایا کہ مدینہ منوّرہ کو ہجرت کرنے سے ایک سال پہلے معراج ہوئی۔ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ ہجرت سے سولہ ماہ پہلے معراج کا واقعہ پیش آیا، یہ سب اقوال حافظ ابن کثیرؒ نے البدایہ والنہایہ صفحہ ۱۰۸ ج ۳ میں لکھے ہیں۔ شارح بخاری علامہ کرمانیؒ نے اور شارح مسلم علامہ نوویؒ نے ایک قول یہ بھی لکھا ہے کہ بعثت کے پانچویں سال معراج ہوئی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اوّل سورۂ اسراء کی سب سے پہلی آیت کا ترجمہ اور تفسیر مطالعہ فرمائیں اس کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ احادیث شریف کا مضمون شروع ہوگا۔ اس رسالہ کا نام "انوار السراج فی ذکر الاسراء والمعراج" تجویز کرتا ہوں، جو حضرات بھی اس کا مطالعہ فرمائیں احقر کے لئے اور احقر کے والدین اور مشائخ کے لئے اور ان طلبہ کے لئے دعا کریں جو اس رسالہ کی تسوید اور تبییض میں میرے معاون بنے۔

واللہ الموفق والمعین۔

العبد المفتقر الی رحمۃ ربہ
محمد عاشق الٰہی بلند شہری
عفا اللہ عنہ وعافاہ وجعل آخرتہ خیرا من اُولاہ

المدینۃ المنورہ
یکم رجب ۱۴۱۴ھ



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

قرآن مجید میں اجمالی طور پر معراج شریف کا واقعہ بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِهٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ
اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَهٗ لِنُرِیَهٗ
مِنۡ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ ○

ترجمہ: پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندہ کو رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سفر کرایا، جس کے گرداگرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں تاکہ ہم اسے اپنی آیات دکھائیں، بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا، جاننے والا ہے۔

یہ سورۃ الاسراء کی پہلی آیت ہے، اس میں اس بات کی تصریح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد حرام سے لے کر مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی اور سورۃ النجم کی آیت عِنۡدَ سِدۡرَةِ الۡمُنۡتَهٰی ○ عِنۡدَهَا جَنَّةُ الۡمَاۡوٰی ؕ اِذۡ یَغۡشَی السِّدۡرَةَ مَا یَغۡشٰی ۙ مَا زَاغَ الۡبَصَرُ وَمَا طَغٰی ○ لَقَدۡ رَاٰی مِنۡ اٰیٰتِ رَبِّهِ الۡکُبۡرٰی ○ میں اس کی تصریح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم بالا میں اللہ تعالیٰ کی بڑی بڑی آیات ملاحظہ فرمائیں۔

مسجد حرام[۱] اس مسجد کا نام ہے جو کعبہ شریف کے چاروں طرف ہے اور بعض مرتبہ حرم مکہ پر بھی اس کا اطلاق ہوا ہے۔ کمافی قولہ تعالیٰ:

اِلَّا الَّذِیۡنَ عٰهَدۡتُّمۡ عِنۡدَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ ۚ[۲]

---

[۱] لفظ حرام محترم کے معنی میں ہے ۱۲ منہ۔ [۲] سورۃ التوبۃ آیت ۷۔

آیت کریمہ کو لفظ سُبحان الذی سے شروع فرمایا ہے اس میں ان کم فہموں کے خیال و گمان کی تردید کی ہے جو اس واقعہ کو محال اور ممتنع سمجھتے تھے، اور اب بھی بعض جاہل ایسا خیال کرتے ہیں، یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی قدرتِ عظیمہ میں شک کرتے ہیں ان کی تردید کرتے ہوئے فرمادیا کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کو سب کچھ قدرت ہے، وہ کسی بھی چیز سے عاجز نہیں ہے، وہ جو چاہتا ہے کرسکتا ہے، وہ ہر نقص اور عیب سے پاک ہے، اسکی قدرتِ کاملہ ہے، کوئی چیز اس کے لئے بھاری نہیں۔

اور اسریٰ بعبدہٖ جو فرمایا اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان عبدیت کو بیان فرمایا، عبدیت بہت بڑا مقام ہے اللہ کا بندہ ہونا بہت بڑی بات ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے اپنا بندہ بنالیا اور یہ اعلان فرمادیا کہ وہ ہمارا بندہ ہے اس سے بڑا کوئی شرف نہیں اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ أحب الاسماء الی اللہ عبد اللہ و عبد الرحمٰن، کہ اللہ کو سب سے زیادہ پیارا نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں۔ (مشکوٰۃ المصابیح صفحہ نمبر ۴۰۹)

ایک مرتبہ ایک فرشتہ حاضرِ خدمت ہوا، اس نے عرض کیا کہ آپ کے رب نے سلام فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ اگر تم چاہو عبدیت والے نبی بن جاؤ اور اگر چاہو تو بادشاہت والے نبی بن جاؤ، آپ نے مشورہ لینے کے لئے جبرئیلؑ کی طرف دیکھا، انہوں نے تواضع اختیار کرنے کا مشورہ دیا، آپ نے جواب دیا کہ میں عبدیت والا نبی بن کر رہنا چاہتا ہوں۔ حضرت عائشہؓ (جو حدیث کی راویہ ہیں انہوں) نے بیان کیا کہ اس کے بعد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکیہ لگا کر کھانا نہیں کھاتے تھے، آپ فرماتے تھے کہ میں ایسے کھاتا ہوں جیسے بندہ کھاتا ہے اور ایسے بیٹھتا ہوں جیسے بندہ بیٹھتا ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۵۲۱ از شرح السنۃ)

واقعہ اسراء کو بیان کرتے ہوئے لفظ "عبدہٖ" لانے میں ایک حکمت یہ بھی

ہے کہ واقعہ کی تفصیل سن کر کسی کو وہم نہ ہو جائے کہ آپ کی حیثیت عبدیت سے آگے بڑھ گئی، اور آپ کی شان میں کوئی ایسا اعتقاد نہ کر لے کہ مقامِ عبدیت سے آگے بڑھا کر اللہ تعالیٰ کی شان الوہیت میں شریک قرار دے دے اور جیسے نصاریٰ حضرت عیسیٰؑ کی شان میں غلو کر کے گمراہ ہوئے، اس طرح کی کوئی گمراہی اُمّتِ محمّدیہ علی صاحبہا الصلاۃ والسلام میں نہ آجائے۔

قرآن مجید میں اس کی تصریح ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک رات مسجدِ حرام سے لے کر مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی، مسجد حرام اس مسجد کا نام ہے جو کعبہ شریف کے چاروں طرف ہے' اور بعض مرتبہ حرم مکہ پر بھی اس کا اطلاق ہوا ہے۔ کما قال تعالیٰ: اِلَّا الَّذِیْنَ عَاهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اور مسجد اقصیٰ "مسجد بیت المقدس" کا نام ہے جو شام میں ہے' لفظ اقصیٰ ابعد یعنی زیادہ دور والی چیز کے لئے استعمال ہوتا ہے، مسجد اقصیٰ کو اقصیٰ کیوں کہا جاتا ہے؟ اس کے بارے میں کئی قول ہیں۔ صاحب روح المعانی لکھتے ہیں: چونکہ وہ حجاز میں رہنے والوں سے دور ہے اس لئے اس کی صفت اقصیٰ لائی گئی' اور ایک قول یہ ہے کہ جن مساجد کی زیارت کی جاتی ہے' ان میں وہ سب سے زیادہ دور ہے۔ (کوئی شخص مسجد حرام سے روانہ ہو تو پہلے مدینہ منورہ سے گزرے گا، پھر بہت دن کے بعد مسجد اقصیٰ پہنچے گا، جب اونٹوں پر سفر ہوتے تھے تو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک چالیس دن کا سفر تھا) اور ایک قول یہ ہے کہ مسجد اقصیٰ اس لئے کہا گیا کہ وہ گندی اور خبیث چیزوں سے پاک ہے (روح المعانی صفحہ ۹ ج ۱۵)۔

مسجد اقصیٰ کے بارے میں اَلَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ فرمایا یعنی جس کے چاروں طرف ہم نے برکت دی ہے، یہ برکت دینی اعتبار سے بھی ہے اور دنیاوی اعتبار سے بھی، دینی اعتبار سے تو یوں ہے کہ بیت المقدس حضرات انبیاء کرامؑ کی

عبادت گاہ ہے، اور ان حضرات کا قبلہ ہے، اور وہ ان تین مساجد میں سے ہے جن کی طرف سفر کرنے کی اجازت دی گئی ہے اور چاروں طرف حضرات انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام مدفون ہیں، اور دنیاوی اعتبار سے اس لئے بابرکت ہے کہ وہاں پر انہار اور اشجار بہت ہیں۔

لِنُرِيَهُ مِنْ اٰيٰتِنَا (تاکہ ہم اپنے بندہ کو اپنی آیات یعنی عجائب قدرت دکھائیں) ایک رات میں اتنا لمبا سفر ہو جانا، اور حضرات انبیاء کرام علیہم الصّلاۃ والسلام سے ملاقاتیں ہونا ان کی امامت کرنا، اور راستہ میں بہت سی چیزیں دیکھنا، یہ سب عجائب قدرت میں سے تھا۔

اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ (بلاشبہ اللہ سُننے والا دیکھنے والا ہے)

صاحب معالم التنزیل لکھتے ہیں کہ السمیع فرما کر یہ بتایا کہ اللہ دُعاؤں کا سننے والا ہے، اور البصیر فرما کر یہ ظاہر فرما دیا کہ وہ سب کچھ دیکھنے والا ہے اور رات کی تاریکیوں میں حفاظت کرنے والا ہے۔

سورۃ الاسراء میں مسجد اقصٰی تک سفر کرانے کا ذکر ہے، اور احادیث شریفہ میں آسمانوں پر جانے بلکہ سدرۃ المنتہٰی بلکہ اس سے بھی اوپر تک تشریف لے جانے کا ذکر ہے، اہلِ سُنّت والجماعت کا یہی مذہب ہے کہ اللہ تعالٰی نے آپ کو ایک ہی رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصٰی تک اور پھر وہاں سے ساتویں آسمان سے اوپر تک سیر کرائی پھر اسی رات میں واپس مکّہ معظمہ پہنچا دیا اور یہ آنا جانا سب حالت بیداری میں تھا اور جسم اور روح دونوں کے ساتھ تھا۔

حدیث شریف کی کتابوں میں واقعہ معراج تفصیل سے مذکور ہے۔ معراج کو اسراء بھی کہا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ فرمایا ہے اور احادیث شریفہ میں آسمانوں پر تشریف لے جانے کے بارے میں ثم عرج بی

فرمایا ہے، اس لئے اس مقدس واقعہ کو اسرار اور معراج دونوں ناموں سے یاد کیا جاتا ہے، ہم پہلے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایات نقل کرتے ہیں، ان میں سے پہلے صحیح مسلم کی روایت لی ہے کیونکہ اس میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک پہنچنے کا، اور پھر عالم بالا میں تشریف لے جانے کا ذکر ہے۔ صحیح بخاری کی کسی روایت میں ہمیں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک پہنچنے کا ذکر نہیں ملا، اس لئے بخاری کی روایت کو بعد میں ذکر کیا ہے۔

براق پر سوار ہو کر بیت المقدس کا سفر کرنا اور وہاں حضرات انبیاء کرام علیہم الصّلاۃ والسّلام کی امامت کرنا

صحیح مسلم میں حضرت انس ابن مالک رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس ایک براق لایا گیا جو لمبا سفید رنگ کا چوپایا تھا، اس کا قد گدھے سے بڑا اور خچر سے چھوٹا تھا وہ اپنا قدم وہاں رکھتا تھا جہاں تک اس کی نظر پڑتی تھی، میں اس پر سوار ہوا یہاں تک کہ میں بیت المقدس تک پہنچ گیا، میں نے اس براق کو اس حلقہ سے باندھ دیا، جس سے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام باندھا کرتے تھے، پھر میں مسجد میں داخل ہوا اور اس میں دو رکعتیں پڑھیں پھر میں مسجد سے باہر آیا تو جبرئیل ؑ میرے پاس ایک برتن میں شراب اور ایک برتن میں دودھ لے کر آئے، میں نے دودھ کو لے لیا، اس پر جبرئیل ؑ نے کہا کہ آپ نے فطرت کو اختیار کر لیا پھر ہمیں آسمان کی طرف لے جایا گیا، پہلے آسمان میں حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور دوسرے پر حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام اور یحییٰ علیہ الصلاۃ والسلام اور تیسرے آسمان پر حضرت یوسف علیہ الصلاۃ والسلام اور چوتھے آسمان پر حضرت ادریس علیہ الصلاۃ والسلام اور پانچویں آسمان

پر حضرت ہارون علیہ الصلاۃ والسلام اور چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملاقات ہوئی اور سب نے مرحبا کہا، اور ساتویں آسمان میں حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام سے ملاقات ہوئی، ان کے بارے میں آپ نے بتایا کہ وہ البیت المعمور سے ٹیک لگائے ہوئے تشریف فرما تھے' اور یہ بھی بتایا کہ البیت المعمور میں روزانہ ستّر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں جو دوبارہ اس میں لوٹ کر نہیں آتے۔ پھر مجھے سدرۃ المنتہیٰ تک لے جایا گیا، اچانک دیکھتا ہوں کہ اس کے پتے اتنے بڑے بڑے ہیں جیسے ہاتھی کے کان ہوں اور اس کے پھل اتنے بڑے بڑے ہیں جیسے مٹکے ہوں، جب سدرۃ المنتہیٰ کو اللہ کے حکم سے ڈھانکنے والی چیزوں نے ڈھانک لیا تو اس کا حال بدل گیا، اللہ کی کسی بھی مخلوق میں اتنی طاقت نہیں کہ اس کے حُسن کو بیان کر سکے[۱]، اس وقت مجھ پر اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کی وحی فرمائی جن کی وحی اس وقت فرمانا تھا، اور مجھ پر رات دن میں روزانہ پچاس نمازیں پڑھنا فرض کیا گیا میں واپس اترا اور موسیٰ علیہ السلام پر گزر ہوا تو انہوں نے دریافت کیا: آپ کے رب نے آپ کی اُمّت پر کیا فرض کیا؟ میں نے کہا پچاس نمازیں فرض فرمائی ہیں، انہوں نے کہا کہ واپس جائیے اپنے رب سے تخفیف کا سوال کیجئے کیونکہ آپ کی اُمّت اس کی طاقت نہیں رکھ سکتی، میں بنی اسرائیل کو آزما چکا ہوں۔ آپ نے فرمایا میں اپنے رب کی طرف واپس لوٹا، اور عرض کیا اے میرے رب! میری اُمّت پر تخفیف فرما دیجئے، چنانچہ پانچ نمازیں کم فرما دیں، میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس واپس آیا اور میں نے بتایا کہ پانچ نمازیں کم کر دی گئیں ہیں، انہوں نے کہا کہ آپ کی اُمّت اس کی طاقت نہیں رکھ سکتی، آپ اپنے رب سے رجوع کیجئے اور تخفیف

---

[۱] حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ کو سونے کے پروانوں نے ڈھانک رکھا تھا۔ (مسلم ص ۹۷ ج ۱)

کا سوال کیجئے، آپ نے فرمایا کہ میں بار بار واپس ہوتا رہا (کبھی موسیٰ علیہ السلام کے پاس آتا، کبھی بارگاہِ الٰہی میں حاضری دیتا) یہاں تک کہ پانچ نمازیں رہ گئیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے محمدؐ! یہ روزانہ دن رات میں پانچ نمازیں ہیں، ہر نماز کے بدلہ دس نمازوں کا ثواب ملے گا، لہٰذا یہ (ثواب میں) پچاس نمازیں ہی ہیں، جو شخص کسی نیکی کا ارادہ کرے گا، پھر اسے نہ کرے گا تو اس کے لئے (محض ارادہ کی وجہ سے) ایک نیکی لکھ دی جائے گی اور جس شخص نے ارادہ کرنے کے بعد عمل بھی کر لیا تو اس کے لئے دس نیکیاں لکھ دی جائیں گی اور جس شخص نے کسی بُرائی کا ارادہ کیا اور اس پر عمل نہ کیا تو کچھ بھی نہ لکھا جائے گا اور اگر اپنے ارادے کے مطابق عمل کر لیا تو ایک ہی گناہ لکھا جائے گا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نیچے واپس آیا، اور موسیٰ علیہ السلام تک پہنچا اور انہیں بات بتادی تو انہوں نے کہا کہ واپس جاؤ، اپنے رب سے تخفیف کا سوال کرو، میں نے کہا کہ میں بار بار اپنے رب کی بارگاہ میں مراجعت کرتا رہا ہوں یہاں تک کہ اب مجھے شرم آگئی [1]

صحیح مسلم صفحہ ۹۶ ج ۱ میں بروایت ابوہریرہؓ کے یہ بھی ہے کہ میں نے اپنے آپ کو حضرات انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی جماعت میں دیکھا، اسی اثناء میں نماز کا وقت ہو گیا تو میں نے ان کی امامت کی، جب میں نماز سے فارغ ہوا تو کسی کہنے والے نے کہا کہ اے محمدؐ! یہ دوزخ کا داروغہ ہے اس کو سلام کیجئے، میں اس کی طرف متوجہ ہوا تو اس نے خود سلام کر لیا (یہ بیت المقدس میں امامت فرمانا، آسمانوں پر تشریف لے جانے سے پہلے کا واقعہ ہے)۔

حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر صفحہ ۱ ج ۳ میں حضرت انس ابن مالکؓ کی روایت جو بحوالہ ابن ابی حاتم نقل کی ہے اس میں یوں ہے (ابھی بیت المقدس ہی میں تھے)

---

[1] صحیح مسلم ص ۹۱ ج ۱

کہ بہت سے لوگ جمع ہو گئے، ایک اذان دینے والے نے اذان دی، اس کے بعد ہم صفیں بنا کر کھڑے ہو گئے۔ انتظار میں تھے کہ کون امام بنے گا، جبرئیل علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھا دیا، اور میں نے حاضرین کو نماز پڑھا دی، جب میں نماز سے فارغ ہوا تو جبرئیل نے کہا: اے محمدؐ! آپ جانتے ہیں کہ آپ کے پیچھے کن حضرات نے نماز پڑھی ہے میں نے کہا کہ نہیں (جن حضرات انبیاء علیہم السلام سے پہلے ملاقات ہو چکی تھی ان کے علاوہ بھی بہت سے حضرات نے آپ کی اقتداء میں نماز پڑھی تھی اور سب سے تعارف نہیں ہوا تھا اس لئے یوں فرما دیا کہ میں ان سب کو نہیں جانتا) حضرت جبرئیلؑ نے کہا کہ جتنے بھی نبی اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمائے ہیں ان سب نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی ہے (اس کے بعد آسمانوں پر جانے کا تذکرہ ہے)[1]

صحیح بخاری میں واقعہ معراج کی تفصیل

صحیح بخاری میں واقعہ معراج بروایت حضرت انس ابن مالکؓ متعدد جگہ مروی ہے، کہیں حضرت انسؓ نے بواسطہ حضرت ابو ذرؓ اور کہیں بواسطہ حضرت مالک بن صعصعہ انصاریؓ بیان کیا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واسطہ سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں کعبہ شریف کے قریب اس حالت میں تھا جیسے کچھ جاگ رہا ہوں، کچھ سو رہا ہوں، میرے پاس تین آدمی آئے۔ میرے پاس سونے کا طشت لایا گیا جو حکمت اور ایمان سے پُر تھا میرا سینہ چاک کیا گیا، پھر اسے زمزم کے پانی سے دھویا گیا، پھر اسے حکمت اور ایمان

---

[1] فی مجمع الزوائد ص ۷۴ ج ۱ بیت المقدس فربطت الدابۃ بالحلقۃ التی تربط بھا الأنبیاء ثم دخلنا المسجد فنشرت لی الأنبیاء من سمی اللہ ومن لم یسم فصلیت بھم اھ۔

سے بھر دیا گیا اور میرے پاس ایک سفید چوپایا لایا گیا وہ قد میں خچر سے کم تھا اور گدھے سے اونچا تھا، یہ چوپایا براق تھا۔

آسمانوں پر تشریف لے جانا، اور آپؐ کے لئے دروازہ کھولا جانا، حضرات انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام سے ملاقات فرمانا، اور ان کا مرحبا کہنا

میں جبرئیلؑ کے ساتھ روانہ ہوا یہاں تک کہ قریب والے آسمان تک پہنچ گیا، حضرت جبرئیلؑ نے آسمانوں کے خازن سے کہا کہ کھولئے اس نے سوال کیا کہ آپ کے ساتھ کون ہے؟ جبرئیلؑ نے جواب دیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اس نے دریافت کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ جبرئیلؑ نے جواب دیا کہ ہاں انہیں بلایا گیا ہے! اس پر اس نے مرحبا کہا" اور دروازہ کھول دیا گیا، اور کہا گیا کہ ان کا آنا بہت اچھا آنا ہے ہم اوپر پہنچے تو وہاں حضرت آدم علیہ السلام کو پایا میں نے انہیں سلام کیا، انہوں نے فرمایا: مرحبا من ابن ونبی (بیٹے اور نبی کے لئے مرحبا ہے) پھر ہم دوسرے آسمان تک پہنچے، وہاں بھی جبرئیلؑ سے اس طرح کا سوال جواب ہوا، جو پہلے آسمان میں داخل ہونے سے قبل کیا گیا تھا جب دروازہ کھول دیا گیا اوپر پہنچے تو وہاں عیسیٰ اور یحییٰ علیہما السلام کو پایا انہوں نے بھی مرحبا کہا۔ ان کے الفاظ یوں تھے مرحبا بک من اخ ونبی (مرحبا ہو بھائی کے لئے اور نبی کے لئے) پھر ہم تیسرے آسمان پر پہنچے وہاں جبرئیلؑ سے وہی سوال وجواب ہوا جو پہلے آسمانوں میں داخل ہونے پر ہوا۔ وہاں یوسف علیہ السلام کو پایا، میں نے انہیں سلام کیا انہوں نے مرحبا بک من أخ ونبی کہا، پھر ہم چوتھے آسمان تک پہنچے، وہاں بھی جبرئیلؑ سے

حسب سابق سوال جواب ہوا، دروازہ کھول دیا گیا تو ہم اوپر پہنچ گئے، وہاں ادریس علیہ السلام کو پایا[۱] میں نے ان کو سلام کیا۔ انہوں نے بھی وہی کہا مرحبا بک من اخ ونبی پھر ہم پانچویں آسمان پر پہنچے تو وہاں بھی جبریلؑ سے حسب سابق سوال جواب ہوا دروازہ کھول دیا گیا تو ہم اوپر پہنچے۔ وہاں ہارون علیہ السلام کو پایا میں نے ان کو سلام کیا انہوں نے بھی مرحبا بک من اخ ونبی کہا۔ پھر ہم چھٹے آسمان تک پہنچے وہاں بھی حسب سابق جبریلؑ سے سوال جواب ہوئے جب دروازہ کھول دیا گیا تو ہم اوپر پہنچ گئے وہاں حضرت موسٰی علیہ السلام کو پایا، میں نے انہیں سلام کیا، انہوں نے بھی مرحبا بک من اخ ونبی کہا جب میں آگے بڑھ گیا تو وہ رونے لگے ان سے سوال کیا گیا کہ آپ کے رونے کا سبب کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ایک لڑکا میرے بعد مبعوث ہوا، اس کی امّت کے لوگ جنّت میں داخل ہوں گے، جو میری امّت کے داخل ہونے والوں سے افضل ہوں گے (دوسری روایت میں ہے کہ اس کی اُمّت کے داخل ہونے والے میری اُمّت سے زیادہ ہوں گے) پھر ہم ساتویں آسمان پر پہنچے، وہاں بھی جبریل علیہ السلام سے حسب سابق سوال جواب ہوا جب دروازہ کھل گیا تو ہم اوپر پہنچے، وہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پایا میں نے انہیں

---

[۱] اہل تاریخ نے لکھا ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام، حضرت نوح علیہ السلام کے دادا تھے، اور حضرت نوح علیہ السلام کے بعد حضرت آدم علیہ السلام کی جتنی بھی نسل چلی تھی وہ سب حضرت نوح علیہ السلام سے ہے لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی حضرت ادریس علیہ السلام کی اولاد میں ہوئے لہٰذا انہیں بھی مرحبا بک من ابن ونبی کہنا چاہیئے تھا۔ اگر اہل تاریخ کی یہ بات صحیح ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے اخوت کا ذکر مناسب جانا کیونکہ حضرات انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام عہدۂ نبوت کے اعتبار سے بھائی بھائی ہیں اور تلطفا وتادبا ابن کہنا مناسب نہ جانا (کذا فی حاشیۃ البخاری ص ۵۵۴ عن الکرمانی)

سلام کیا۔ انہوں نے فرمایا مرحبابک من ابن ونبی (حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مرحبابک من ابن ونبی اس لئے فرمایا کیونکہ آپ ان کی نسل میں تھے باقی حضرات نے مرحبابک من اخ ونبی فرمایا)

البیت المعمور اور سدرۃ المنتہیٰ کا ملاحظہ فرمانا

اس کے بعد البیت المعمور میرے سامنے کر دیا گیا۔ میں نے جبریل ؑ سے سوال کیا یہ کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ البیت المعمور ہے اس میں روزانہ ستّر ہزار فرشتے نماز پڑھتے ہیں۔ جب نکل کر چلے جاتے ہیں تو کبھی بھی واپس نہیں ہوتے پھر میرے سامنے سدرۃ المنتہیٰ کو لایا گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ اس کے بیر ہجر[1] کے مٹکوں کے برابر ہیں اور اس کے پتے ہاتھی کے کانوں کے برابر ہیں۔

سدرۃ المنتہیٰ کی جڑ میں چار نہریں نظر آئیں، دو باطنی نہریں اور دو ظاہری نہریں۔ میں نے جبریل ؑ سے دریافت کیا انہوں نے بتایا کہ باطنی دو نہریں جنّت کی نہریں ہیں اور ظاہری دو نہریں فرات اور نیل ہیں[2] (فرات عراق میں اور نیل مصر

---

[1] ہجر ایک جگہ تھی جہاں بڑے بڑے مٹکے بنائے جاتے تھے۔

[2] یہ دو نہریں جو اندر کو جا رہی تھیں یہ کوثر اور نہر رحمت معلوم ہوتی ہے کہ وہ دونوں سلسبیل کی شاخیں ہیں۔ ممکن ہے کہ یہ سلسبیل اور اس کا وہ موقع جہاں سے کوثر و نہر رحمت کا اس سے انشعاب ہوا ہے یہ سب سدرۃ کی دوسری جڑ میں ہوں اور نیل و فرات کا آسمان پر ہونا اس طرح ممکن ہے کہ دنیا میں جو نیل و فرات ہیں ظاہر ہے کہ بارش کا پانی جذب ہو کر پھر سے جاری ہوتا ہے اور بارش آسمان سے ہے سو جو حصّہ بارش کا نیل و فرات کا مادہ ہے ممکن ہے کہ وہ حصّہ آسمان سے آتا ہو پس اس طور پر نیل و فرات کی اصل آسمان پر ہوئی (ذکرہ فی نشر الطیب وراجع تفسیر ابن کثیر ص ۱۲ ج ۳)

ہیں ہے)۔

پچاس نمازوں کا فرض ہونا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے توجہ دلانے پر بار بار درخواست کرنے پر پانچ نمازیں رہ جانا

اس کے بعد مجھ پر پچاس نمازیں فرض کی گئیں، میں واپس آیا حتیٰ کہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچ گیا انہوں نے دریافت کیا (کہ اپنی امت کے لئے)، آپ نے کیا کیا؟ میں نے کہا: مجھ پر پچاس نمازیں فرض کی گئی ہیں، موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میں لوگوں کو آپ سے زیادہ جانتا ہوں، بنی اسرائیل کے ساتھ میں نے بڑی محنت کی ہے (وہ لوگ مفروضہ نمازوں کا اہتمام نہ کر سکے) بلاشبہ آپ کی اُمت کو اتنی نمازیں پڑھنے کی طاقت نہ ہوگی، جائیے اپنے رب سے تخفیف کا سوال کیجئے۔ میں واپس لوٹا اور اللہ جل شانہٗ سے تخفیف کا سوال کیا تو اللہ نے چالیس نمازیں باقی رکھیں، موسیٰ علیہ السلام نے پھر وہی بات کہی، میں نے پھر اللہ تعالیٰ سے تخفیف کا سوال کیا تو تیس (۳۰) نمازیں باقی رہ گئیں، موسیٰ علیہ السلام نے پھر توجہ دلائی تو تخفیف کا سوال کرنے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیس نمازیں کر دی گئیں، پھر موسیٰ علیہ السلام نے اسی طرح کی بات کہی تو درخواست کرنے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے دس نمازیں کر دی گئیں، میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو انہوں نے پھر وہی بات کہی، میرے درخواست کرنے پر اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں باقی رہنے دیں، میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو انہوں نے پھر وہی بات کہی، میں نے کہا میں نے تسلیم کر لیا (اب درخواست نہیں کرتا) اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ندا دی گئی کہ میں نے اپنے فریضہ کا حکم باقی رکھا اور اپنے بندوں سے تخفیف کر دی، اور میں ایک نیکی کا بدلہ دس بنا کر دیتا ہوں (لہٰذا ادا کرنے میں پانچ ہیں اور ثواب میں پچاس ہی رہیں)۔

یہ روایت صحیح بخاری میں صفحہ ۵۵۴ پر ہے اور صحیح بخاری میں صفحہ ۴۷۱ پر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بواسطہ ابوذر رضی اللہ عنہ جو معراج کا واقعہ نقل کیا ہے اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مرحبا کہنے کے تذکرہ کے بعد یوں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ پھر مجھے جبرئیل اور اوپر لے کر چڑھے یہاں تک کہ میں ایسی جگہ پر پہنچ گیا جہاں قلموں کے لکھنے کی آوازیں آرہی تھیں لے۔ اس کے بعد پچاس نمازیں فرض ہونے اور اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام کے توجہ دلانے اور بارگاہ الٰہی میں بار بار سوال کرنے پر پانچ نمازیں باقی رہ جانے کا ذکر ہے اور اس کے اخیر میں یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا" لا یبدل القول لدی" کہ میرے پاس بات نہیں بدلی جاتی (پچاس نمازیں فرض کردیں تو پچاس ہی کا ثواب ملے گا) اور سدرۃ المنتہیٰ کے بارے میں فرمایا کہ اسے ایسے رنگوں نے ڈھانپ رکھا تھا جنہیں میں نہیں جانتا، پھر میں جنّت میں داخل کردیا گیا، وہاں دیکھتا ہوں کہ موتیوں کے گنبد ہیں اور اس کی مٹی مشک ہے۔

صفحہ ۵۴۸ پر بھی حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حدیثِ معراج ذکر کی ہے وہاں بھی حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے بتوسط حضرت مالک بن صعصعہ انصاری رضی اللہ عنہ روایت کی ہے اس میں البیت المعمور کے ذکر کے بعد یوں ہے کہ پھر میرے پاس ایک برتن میں شراب اور ایک برتن میں دودھ اور ایک برتن میں شہد لایا گیا میں نے دودھ لے لیا جس پر جبرئیل نے کہا یہی وہ فطرت ہے یعنی دینِ اسلام ہے جس پر آپ ہیں اور آپ کی امّت ہے، اس روایت میں یہ بھی ہے کہ جب پانچ نمازیں رہ گئیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مزید تخفیف کرانے کے لئے کہا تو آپ نے فرمایا: سألت ربي حتى استحييت ولكني أرضى وأسلم (میں نے اپنے رب سے یہاں تک سوال

لے فرشتے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نافذ فرمودہ فیصلے لکھ رہے تھے یا جو کچھ لوح محفوظ سے نقل کر رہے تھے یہ ان کے لکھنے کی آوازیں تھیں۔ ذکرہ النووی فی شرح المسلم ص ۹۳ ج ۱

کیا کہ شرما گیا اب تو میں راضی ہوتا ہوں تسلیم کرتا ہوں) (انتہت روایۃ البخاری)

نمازوں کے علاوہ دیگر دو انعام

معراج کی رات میں جو نمازوں کا انعام ملا اور پانچ نمازیں پڑھنے پر بھی پچاس نمازوں کا ثواب دینے کا اللہ جل شانہ' نے جو وعدہ فرمایا اس کے ساتھ یہ بھی انعام فرمایا کہ سورۃ بقرہ کی آخری آیات (آمن الرسول سے لے کر آخر تک) عنایت فرمائیں اور ساتھ ہی اس قانون کا بھی اعلان فرما دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیوں کے بڑے بڑے گناہ بخش دیئے جائیں گے جو شرک نہ کرتے ہوں (مسلم ص ۹۷ ج ۱) مطلب یہ ہے کہ کبیرہ گناہوں کی وجہ سے ہمیشہ عذاب میں نہ رہیں گے بلکہ توبہ سے معاف ہو جائیں گے یا عذاب بھگت کر چھٹکارا ہو جائے گا۔ (قالہ النووی) کافر اور مشرک ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔

"معراج میں دیدارِ الٰہی"

اس میں اختلاف ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شبِ معراج میں دیدار خداوندی سے مشرف ہوئے یا نہیں' اور اگر رؤیت ہوئی تو وہ رؤیت بصری تھی یا رؤیت قلبی تھی، یعنی سر کی آنکھوں سے دیکھا یا دل کی آنکھوں سے دیدار کیا۔ جمہور صحابہ اور تابعین کا یہی مذہب ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پروردگار کو سر کی آنکھوں سے دیکھا اور محققین کے نزدیک یہی قول راجح اور حق ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رؤیت کا انکار کرتی تھیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ رؤیت کو ثابت کرتے تھے اور مانتے تھے، جمہور علماء نے اسی قول کو ترجیح دی ہے۔ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ شرح مسلم میں لکھتے ہیں:

والأصل فی الباب حدیث ابن عباس حبر الأمة والمرجوع إلیه فی المعضلات وقد راجعه ابن عمر فی هذہ المسئلة، هل رأی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ربہ فاخبرہ انہ رآہ ولا یقدح فی هذا حدیث عائشة رضی اللہ عنہا فان عائشة لم تخبر انها سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول لم ارد ربی وإنما ذکرت ماذکرت متاولة لقول اللہ تعالیٰ وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللّٰهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَآءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا" ولقول اللہ تعالیٰ "لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ" والصحابی اذا قال قولا وخالفه غیرہ منهم لم یکن قوله حجة، واذا صحت الروایات عن ابن عباس فی اثبات الرؤیة وجب المصیر إلی إثباتها فانها لیست مما یدرک بالعقل ویوخذ بالظن وانما یتلقی بالسماع ولا یستجیز احدٌ أن یظن بابن عباس رضی اللہ عنه أنه تکلم فی هذہ المسئلة بالظن والاجتهاد" قلت لم أجد التصریح من ابن عباس أنه رأی ربه تعالیٰ بعینی رأسه وروی مسلم عنه انه رآہ بقلبه وفی روایة رواہ بفوادہ مرتین، والعلم عند اللہ العلیم۔

سورہ النجم میں جو ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی اور وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰی ○ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰی ○ آیا ہے اس کے بارے میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ان میں جبرئیل علیہ السّلام کا دیکھنا مراد ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جبرئیل علیہ السّلام انسانی صورت میں آیا کرتے تھے سدرۃ المنتہیٰ کے قریب آپ نے ان کو اصل صورت میں اور اس حالت میں دیکھا کہ ان کے چھ سو پر تھے انہوں نے افق کو بھر دیا تھا۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی یہی فرماتے تھے کہ

فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى اور لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى سے حضرت جبرئیل علیہ السلام کا قریب ہونا اور دیکھنا مراد ہے[1]

قریش کی تکذیب اور ان پر حجّت قائم ہونا

بیت المقدس تک پہنچنا پھر وہاں سے آسمانوں تک تشریف لے جانا اور مکہ معظمہ تک واپس آجانا ایک ہی رات میں ہو، واپس ہوتے ہوئے قریش کے ایک تجارتی قافلہ سے ملاقات ہوئی جو شام سے واپس آرہا تھا، صبح کو جب آپ نے معراج کا واقعہ بیان کیا تو قریش تعجب کرنے لگے اور جھٹلانے لگے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس پہنچے ان سے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بیان کر رہے ہیں کہ انہوں نے رات کو اس اس طرح سفر کیا، پھر صبح ہونے سے پہلے واپس آگئے حضرت ابوبکرؓ نے اوّل تو یوں کہا کہ تم لوگ جھوٹ بولتے ہو (انہوں نے ایسا نہیں کہا) قسم کھا کر کہا کہ واقعی وہ اپنے بارے میں یہ بیان دے رہے ہیں، اس پر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کہا إن كان قاله فقد صدق کہ اگر انہوں نے یہ بیان کیا ہے تو سچ فرمایا ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے وہ لوگ کہنے لگے کہ کیا تم اس بات کی بھی تصدیق کرتے ہو، انہوں نے فرمایا کہ میں تو اس سے بھی زیادہ عجیب باتوں کی تصدیق کرتا ہوں اور وہ یہ کہ آسمان سے آپ کے پاس خبر آتی ہے۔ اسی وجہ سے ان کا لقب صدیق پڑ گیا۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی ص ۳۶۰ ج ۲ (البدایۃ والنہایہ)

---

[1] صحیح مسلم مع شرح الامام النووی ص ۹۷ و ۹۸ ج ۱

اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو آپ کے سامنے پیش فرما دیا

قریش مکہ تجارت کے لئے شام جایا کرتے تھے بیت المقدس انہوں نے دیکھا ہوا تھا، کہنے لگے اچھا اگر آپ رات بیت المقدس گئے تھے، اس کو دیکھا ہے، اس میں نماز پڑھی ہے، تو بتائیے بیت المقدس میں فلاں فلاں چیزیں کیسی ہیں؟ (یعنی اس کے ستون دروازوں اور دوسری چیزوں کے بارے میں سوال کرنا شروع کر دیا) اس وقت آپ حطیم میں تشریف رکھتے تھے، آپ نے فرمایا: ان لوگوں کے سوال پر مجھے بڑی بے چینی ہوئی کہ اس جیسی بے چینی کبھی نہیں ہوئی تھی، میں نے بیت المقدس کو دیکھا تو تھا لیکن خوب اچھی طرح اس کی ہر ہر چیز کو محفوظ نہیں کیا (اس کا کیا اندازہ تھا کہ ان چیزوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا) اللہ جل شانہ نے بیت المقدس کو میری طرف اس طرح اٹھا دیا کہ مجھ سے قریش مکہ جو بھی کچھ پوچھتے تھے میں ان سب کا جواب دیتا رہا (صحیح مسلم ص ۹۶ ج ۱)

بعض روایات میں یوں ہے فجلی اللہ لی بیت المقدس فطفقت أخبرهم عن آیاته وأنا أنظر إليه (اللہ نے بیت المقدس کو میرے لئے واضح طریقے پر روشن فرما دیا میں اسے دیکھتا رہا اور اس کی جو نشانیاں پوچھ رہے تھے وہ میں انہیں بتاتا رہا) (صحیح بخاری ص ۵۴۸ ج ۱)

تفسیر ابن کثیر ص ۱۵ ج ۳ میں ہے کہ جب آپ نے بیت المقدس کی علامات سب بتا دیں تو وہ لوگ جو آپ کی بات میں شک کرنے کی وجہ سے بیت المقدس کی نشانیاں دریافت کر رہے تھے کہنے لگے کہ اللہ کی قسم بیت المقدس کے بارے میں صحیح بیان دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش مکہ کو یہ بھی بتایا کہ مجھے سفر میں فلاں وادی میں فلاں قبیلے کا قافلہ ملا، ان کا ایک اونٹ بھاگ گیا تھا، میں نے انہیں

بتایا کہ تمہارا اونٹ فلاں جگہ پر ہے، یہ اس وقت کی بات ہے جب میں بیت المقدس کی طرف جا رہا تھا، پھر جب میں واپس آ رہا تھا تو مقام ضجنان میں پہنچا تو دیکھا کہ وہ لوگ سو رہے ہیں، ایک برتن میں پانی تھا جسے انہوں نے کسی چیز سے ڈھانک رکھا تھا میں نے اس کا ڈھکن ہٹایا اور پانی پی کر اسی طرح ڈھانک دیا جس طرح سے ڈھکا ہوا تھا (اہلِ عرب پانی دودھ اور دیگر معمولی چیزوں کے بارے میں عام طور سے بے اجازت خرچ پر اعتراض نہیں کرتے تھے ایسی چیزیں بلا اجازت استعمال میں لانا ان کے ہاں رواج پذیر تھا۔ اجازت عامہ کی وجہ سے صریح اجازت کی ضرورت محسوس نہیں کرتے تھے) آپؐ نے مزید فرمایا کہ وہ قافلہ ابھی تنعیم کی گھاٹی سے ظاہر ہونے والا ہے، ان کے آگے آگے ایک چتکبرے رنگ کا اونٹ ہے، اس کے اوپر سامان کے دو بورے ہیں، ایک سیاہ رنگ کا، اور دوسرا سفید رنگ کا ہے، یہ بات سن کر وہ لوگ جلدی جلدی تنعیم کی گھاٹی کی طرف چل دیئے، وہاں دیکھا کہ واقعی مذکورہ قافلہ آ رہا ہے، اور اس کے آگے وہی اونٹ ہے جب اس قافلے پر گذرنے کی تصدیق ہوئی تو ان لوگوں نے قافلے والوں سے پوچھا کہ تم نے کسی برتن میں پانی رکھا تھا انہوں نے کہا کہ ہاں، ہم نے ایک برتن میں پانی ڈھانک دیا تھا، پھر دیکھا کہ وہ برتن اسی طرح ڈھانکا ہوا ہے لیکن اس میں پانی نہیں ہے پھر قافلہ والوں سے سوال کیا گیا کہ کیا تمہارا کوئی اونٹ بدک گیا تھا؟ انہوں نے کہا کہ ہاں، ہمارا ایک اونٹ بدک کر چلا گیا تھا، ہم نے ایک آدمی کی آواز سنی جو ہمیں بلا رہا تھا یہ تمہارا اونٹ ہے، یہ آواز سن کر ہم نے اسے پکڑ لیا۔ بعض روایات میں ہے کہ آپؐ نے قافلہ والوں کو سلام بھی کیا تھا، اور ان میں بعض سننے والوں نے کہا کہ یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آواز ہے [1]

---

[1] تفسیر ابن کثیر ص ۱۴ ج ۳، البدایہ والنہایہ ص ۱۱۰ ج ۳

ہرقل قیصرِ روم کے سامنے ایک پادری کی گواہی

۶ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہوں کو دعوتِ اسلام کے خطوط لکھے ہیں ان میں ایک ہرقل کے نام بھی تھا جو رومیوں کا بادشاہ تھا۔ شام اس وقت اس کے زیرِ نگیں تھا، وہ شام آیا ہوا تھا، ادھر سے حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کا والا نامہ لے کر شام پہنچے اور وہ بصریٰ کے گورنر کو دے دیا' اس نے ہرقل کو پہنچادیا، یہ اس وقت کی بات ہے جبکہ قریش مکہ کا ایک قافلہ تجارت کے لئے ملک شام پہنچا ہوا تھا، ہرقل نے کہا کہ دیکھو کچھ عرب کے لوگ آئے ہوئے ہوں تو انہیں بلاؤ تاکہ میں ان سے ان صاحب کے بارے میں معلومات حاصل کروں' جنہوں نے میرے پاس خط لکھا ہے' چنانچہ یہ لوگ ہرقل کے دربار میں حاضر کئے گئے، ہرقل نے پوچھا تم میں ان صاحب سے زیادہ قریب تر کون ہے جو اپنے کو اللہ کا نبی بتاتے ہیں۔ ابوسفیان بھی تاجروں کے قافلہ میں تھے ابوسفیان نے کہا کہ میں قریب تر ہوں۔ ہرقل نے ابوسفیان سے کہا کہ دیکھو میں تم سے سوال کروں گا صحیح جواب دینا۔ ابوسفیان اس وقت مسلمان نہیں تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف تھے' انہوں نے چاہا کہ کوئی ایسی بات کہہ دیں جس سے آپؐ کی حیثیت گرجائے، اور آپؐ کے دعوائے نبوت میں وہ آپ کو سچا نہ سمجھے[1]۔

بہت ہی سوچ بچار کے بعد ابوسفیان نے یہ بات نکالی کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ میں مکہ کی سرزمین سے ایک ہی رات میں آیا اور بیت المقدس پہنچا، اور پھر اسی رات میں صبح ہونے سے پہلے واپس مکہ پہنچ گیا۔ ابوسفیان کا خیال تھا کہ یہ ایک ایسی بات ہے جس کی وجہ سے قیصر آپ کے بارے میں ضرور ہی بدگمان ہوجائے گا، لیکن ہوا یہ کہ وہاں قیصر کے پاس نصرانیوں کا ایک پادری کھڑا ہوا تھا، ابوسفیان کی بات سن کر

---

[1] یہاں تک تو صحیح بخاری ص ۴ ج ۱ میں مذکور ہے۔

وہ پادری بولا کہ ہاں مجھے اس رات کا علم ہے (جس میں ایسا واقعہ ہوا ہے کہ وہاں بعض حضرات آئے اور انہوں نے نماز پڑھی) قیصر نے اس کی طرف دیکھا اور دریافت کیا کہ تجھے اس کا کیا پتہ ہے؟ اس پادری نے کہا کہ میں روزانہ رات کو مسجد کے دروازے بند کر کے سوتا تھا مذکورہ رات میں جب میں نے سارے دروازے بند کر دیئے لیکن ایک دروازہ بند نہ ہو سکا۔ اس وقت وہاں جو لوگ موجود تھے میں نے ان سے مدد لی اور ہم سب نے اسے حرکت دینے کی کوشش کی لیکن ہم اسے حرکت نہ دے سکے، ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ہم کسی پہاڑ کو اس کی جگہ سے ہٹا رہے ہیں۔ اس پادری نے بتایا میں دو باب کھلے ہوئے چھوڑ آیا اور جب صبح کو واپس آیا تو دیکھا کہ مسجد کے گوشہ میں پتھر کے اندر ایک سوراخ ہے' اور اس میں ایک جانور کے باندھنے کا نشان ہے۔ یہ دیکھ کر میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ دروازہ آج اس لئے کھلا رکھا گیا ہے کہ یہاں کسی نبی کی آمد ہوئی ہے اور اس نے ہماری اس مسجد میں نماز پڑھی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ص ۲۴ ج ۳)

سفرِ معراج کے بعض مشاہدات

معراج کے سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی چیزیں دیکھیں جو حدیث اور شروحِ حدیث میں جگہ جگہ منتشر ہیں۔ جن کو امام بیہقی نے دلائل النبوۃ جلد دوم میں اور حافظ نورالدین ہیثمیؒ نے مجمع الزوائد جلد اوّل میں اور علامہ محمد بن محمد سلیمان المغربی الردانی نے جمع الفوائد جلد سوم (طبع مدینہ منورہ) میں اور حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں' اور علامہ ابن ہشام نے اپنی سیرت میں جمع کیا ہے۔

عالم علوی میں جو چیزیں ملاحظہ فرمائیں' روایات سابقہ میں ان میں سے بہت سی ذکر کر دی گئی ہیں۔ اب عالم سفلی کے بعض مشاہدات ذیل میں لکھے جاتے ہیں۔

① حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھنا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ جس رات مجھے سیر کرائی گئی میں موسیٰ علیہ السلام پر گزرا وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے[1]

② ایسے لوگوں پر گزرنا جن کے ہونٹ قینچیوں سے کاٹے جارہے تھے

حضرت انسؓ سے یہ بھی روایت ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس رات مجھے سیر کرائی گئی اس رات میں، میں نے کچھ لوگوں کو دیکھا جن کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جارہے ہیں، میں نے جبرئیلؑ سے دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ آپؐ کی اُمّت کے خطیب ہیں جو لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہیں، اور اپنی جانوں کو بھول جاتے ہیں۔ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ آپؐ کی اُمّت کے خطیب ہیں جو وہ باتیں کہتے ہیں جن پر خود عامل نہیں، اور اللہ کی کتاب پڑھتے ہیں اور عمل نہیں کرتے[2]

③ کچھ لوگ اپنے سینوں کو ناخنوں سے چھیل رہے تھے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس رات مجھے معراج کرائی گئی میں ایسے لوگوں پر گذرا جن کے تانبے کے ناخن تھے وہ اپنے چہروں اور سینوں کو چھیل رہے تھے، میں نے کہا کہ اے

---

[1] صحیح مسلم ص ۲۶۸ ج ۲ [2] مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۳۸

جبرئیل! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کے گوشت کھاتے ہیں (یعنی ان کی غیبت کرتے ہیں) اور ان کی بے آبروئی کرنے میں پڑے رہتے ہیں۔ (رواہ ابوداؤد کمافی المشکوٰۃ ص ۴۲۹)

④ سود خوروں کی بدحالی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس رات مجھے سیر کرائی گئی میں ایسے لوگوں پر گزرا جن کے پیٹ اتنے بڑے بڑے تھے (جیسے انسانوں کے رہنے کے) گھر ہوتے ہیں ان میں سانپ تھے جو باہر سے ان کے پیٹوں میں نظر آرہے تھے میں نے کہا کہ اے جبرئیل! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا یہ سود کھانے والے ہیں[1]

⑤ فرشتوں کا پچھنا لگانے کے لئے تاکید کرنا

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کے سفر میں پیش آنے والی جو باتیں بیان فرمائیں ان میں ایک یہ بات بھی تھی کہ آپ فرشتوں کی جس جماعت پر بھی گزرے انہوں نے کہا کہ آپ اپنی امّت کو حجامت یعنی پچھنے لگانے کا حکم دیجیے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۸۹ از ترمذی و ابن ماجہ)

عرب میں پچھنے لگانے کا بہت رواج تھا، اس سے زائد خون اور فاسد خون نکل جاتا ہے، بلڈ پریشر کا مرض جو عام ہو گیا ہے اس کا بہت اچھا علاج ہے، لوگوں نے اسے بالکل ہی چھوڑ دیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر میں اور اپنے مونڈوں کے درمیان پچھنہ لگواتے تھے (حوالہ بالا)

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۱۶ ج ۲

⑥ مجاہدین کا ثواب

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جبرئیلؑ کے ساتھ چلے تو آپؐ کا ایک ایسی قوم پر گزر ہوا کہ جو ایک ہی دم میں تخم ریزی بھی کر لیتے ہیں اور ایک ہی دن میں کاٹ بھی لیتے ہیں اور کاٹنے کے بعد پھر ویسی ہی ہو جاتی ہے جیسے پہلے تھی، آپؐ نے جبرئیلؑ سے دریافت فرمایا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ جبرئیلؑ نے کہا کہ یہ لوگ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے ہیں، ان کی ایک نیکی سات سو گنا تک بڑھا دی جاتی ہے اور یہ لوگ جو کچھ بھی خرچ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کا بدل عطا فرماتا ہے۔

⑦ کچھ لوگوں کے سر پتھروں سے کچلے جا رہے تھے

پھر آپ کا ایک اور قوم پر گذر ہوا جن کے سر پتھروں سے کچلے جا رہے تھے، کچلے جانے کے بعد پھر ویسے ہی ہو جاتے ہیں جیسے پہلے تھے، اسی طرح سلسلہ جاری ہے ختم نہیں ہوتا، آپؐ نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ جبرئیلؑ نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو نماز سے کاہلی کرنے والے ہیں، سوتے ہوئے رہ جاتے ہیں۔

⑧ زکوٰۃ نہ دینے والوں کی بدحالی

پھر ایک اور قوم پر گذر ہوا کہ جن کی شرمگاہوں پر آگے اور پیچھے چیتھڑے لپٹے ہوئے ہیں، اور اونٹ اور بیل کی طرح چرتے ہیں، اور ضریع[1] اور زقوم یعنی کانٹے دار اور خبیث درخت اور جہنم کے پتھر کھا رہے ہیں آپؐ نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ جبرئیلؑ نے کہا یہ وہ لوگ ہیں کہ جو اپنے مالوں کی زکوٰۃ نہیں دیتے۔

---

[1] ضریع آگ کے کانٹے، اور زقوم دوزخ کا بدترین بدبودار درخت ۱۲-

⑨ سڑا ہوا گوشت کھانے والے لوگ

پھر آپ کا ایک ایسی قوم پر گزر ہوا جن کے سامنے ایک ہانڈی میں پکا ہوا گوشت ہے اور ایک ہانڈی میں کچا اور سڑا ہوا گوشت رکھا ہے، یہ لوگ سڑا ہوا گوشت کھا رہے ہیں، اور پکا ہوا گوشت نہیں کھاتے، آپؐ نے دریافت کیا یہ کون لوگ ہیں؟ جبرئیلؑ نے کہا کہ یہ آپؐ کی امّت کا وہ شخص ہے کہ جس کے پاس حلال اور طیّب عورت موجود ہے مگر وہ ایک زانیہ اور فاحشہ عورت کے ساتھ شب باشی کرتا ہے اور صبح تک اسی کے پاس رہتا ہے، اور آپؐ کی امّت کی وہ عورت ہے جو حلال اور طیب شوہر کو چھوڑ کر کسی زانی اور بدکار شخص کے ساتھ رات گزارتی ہے۔

⑩ لکڑیوں کا بڑا گٹھا اٹھانے والا

پھر ایک شخص پر آپؐ کا گزر ہوا جس کے پاس لکڑیوں کا بہت بڑا گٹھڑ ہے وہ اسے اٹھا نہیں سکتا (لیکن) اور زیادہ بڑھانا چاہتا ہے آپؐ نے دریافت فرمایا کہ یہ کون شخص ہے؟ جبرئیلؑ نے بتایا کہ یہ وہ شخص ہے جس کے پاس لوگوں کی امانتیں ہیں، ان کی ادائیگی کی طاقت نہیں رکھتا اور مزید امانتوں کا بوجھ اپنے سر لینے کو تیار ہے۔

⑪ ایک بیل کا چھوٹے سے سوراخ میں داخل ہونے کی کوشش کرنا

اس کے بعد ایسے سوراخ پر گزر ہوا جو چھوٹا سا تھا اس میں سے ایک بڑا بیل نکلا بیل چاہتا ہے کہ جہاں سے نکلا ہے پھر اسی میں داخل ہو جائے۔ آپؐ نے سوال فرمایا کہ یہ کون ہے؟ جبرئیلؑ نے کہا کہ یہ وہ شخص ہے جو کوئی بڑا کلمہ کہہ دیتا ہے (جو گناہ کا کلمہ ہوتا ہے) اس پر وہ نادم ہوتا ہے اور چاہتا ہے کہ اس کو واپس کر دے پھر وہ اس کی طاقت نہیں رکھتا۔

⑫ جنّت کی خوشبو

پھر آپؐ ایک ایسی وادی پر پہنچے جہاں خوب اچھی خوشبو آرہی تھی اور مشک کی خوشبو تھی اور آواز بھی تھی، آپؐ نے فرمایا: یہ کیا ہے؟ جبرئیلؑ نے کہا کہ یہ جنّت کی آواز ہے، وہ کہہ رہی ہے کہ اے میرے رب! جو لوگ میرے اندر رہنے والے ہیں وہ لائیے، اور اپنا وعدہ پورا فرمائیے۔

⑬ دوزخ کی آواز سُننا

اس کے بعد ایک اور وادی پر گزر ہوا، وہاں صوت منکر یعنی ایسی آواز سُنی جو ناگوار تھی، آپؐ نے دریافت فرمایا: یہ کیا ہے؟ جبرئیلؑ نے جواب دیا کہ یہ جہنّم ہے یہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کر رہی ہے کہ جو لوگ میرے اندر رہنے والے ہیں ان کو لے آئیے اور اپنا وعدہ پورا فرمائیے۔[1]

⑭ ایک شیطان کا پیچھے لگنا

موطا امام مالک میں بروایت یحییٰ بن سعید (مرسلا) نقل کیا ہے کہ جس رات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سیر کرائی گئی تو آپؐ نے جنات میں سے ایک عفریت کو دیکھا جو آگ کا شعلہ لئے ہوئے آپ کا پیچھا کر رہا تھا، آپؐ جب بھی (دائیں بائیں) التفات فرماتے وہ نظر پڑ جاتا تھا، جبرئیلؑ نے عرض کیا: کیا میں آپ کو ایسے کلمات نہ بتا دوں کہ ان کو آپؐ پڑھ لیں گے تو اس کا شعلہ بجھ جائے گا اور یہ اپنے منہ کے بل گر پڑے گا؟ آپؐ نے فرمایا کہ ہاں بتا دو اس پر جبرئیل نے کہا کہ یہ کلمات پڑھیں۔

أعوذ بوجه الله الكريم وبكلمات الله التامات اللاتي لا يجاوزهن

---

[1] انتهت رواية ابی ہریرۃ من جمع الفوائد ص ۱۵۱ ج ۳ طبع مدینہ منورہ

بر ولا فاجر، من شر ما ینزل من السماء، وشر ما یعرج فیها، وشر ما ذرأ فی الارض، وشر ما یخرج منها، ومن فتن اللیل والنہار، ومن طوارق اللیل والنہار، الا طارقا یطرق بخیر یا رحمٰن ۔

فوائد و اسرار حکم متعلقہ واقعۂ معراج شریف

براق کیا تھا اور کیسا تھا؟

لفظ براق، بریق سے مشتق ہے جو سفیدی کے معنی میں آتا ہے، اور ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ لفظ برق سے لیا گیا ہے برق بجلی کو کہتے ہیں اس کی تیز رفتاری تو معلوم ہی ہے اسی تیز رفتاری کی وجہ سے براق کا نام براق رکھا گیا۔ روایات حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس براق پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بھی انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام سوار ہوتے تھے۔ امام بیہقی نے دلائل النبوۃ صفحہ ۳۹۰ ج ۲ میں لکھا ہے کہ آپ نے فرمایا: وکانت الانبیاء ترکبہ قبلی (اور حضرات انبیاء کرام (علیہم السلام) مجھ سے پہلے اس براق پر سوار ہوتے رہے ہیں)۔

براق کی شوخی اور اس کی وجہ

سنن ترمذی (تفسیر سورۃ الاسراء) میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس رات مجھے سیر کرائی گئی میرے پاس براق لایا گیا جس کو لگام لگی ہوئی تھی، اور زین کسی ہوئی تھی، براق شوخی کرنے لگا، جبریل نے کہا کہ تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ شوخی کرتا ہے تیرے اوپر کوئی بھی ایسا شخص سوار نہیں ہوا جو اللہ کے نزدیک محمد (علیہ السلام) سے زیادہ مکرم اور معزز ہو، یہ سنتے ہی براق پسینہ پسینہ ہو گیا (پھر اس نے اپنا نافرمانی کا انداز چھوڑ دیا)۔

قال الترمذی ہذا حدیث حسن غریب ۔

دلائل النبوۃ میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا جب براق نے شوخی کی تو حضرت جبریل علیہ السلام نے اس کا کان پکڑ کر گھما دیا، پھر مجھے اس پر سوار کرا دیا[1]

بعض روایات میں ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس پہنچے تو حضرت جبریل علیہ السلام نے اپنی انگلی سے پتھر میں سوراخ کر دیا پھر اس سوراخ سے آپ نے براق کو باندھا (ابن کثیر)

براق نے شوخی کیوں کی؟ اس کے بارے میں بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ چونکہ ایک عرصہ دراز گزر چکا تھا اور زمانۂ فترت میں (یعنی اس عرصۂ دراز میں جبکہ حضرت عیسٰی علیہ السلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کوئی نبی نہیں آیا تھا) براق پر کوئی سوار نہیں ہوا تھا، وہ نئی سی بات دیکھ کر چمکنے لگا[2]

اور بعض حضرات نے یوں کہا ہے کہ براق کا چمکنا اور شوخی کرنا بطور خوشی اور فخر کے تھا کہ آج مجھ پر آخر الانبیاء اور افضل الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہو رہے ہیں[3] یہ ایسا ہی ہے جیسے کہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے ساتھ ثبیر پہاڑ پر تھے وہ پہاڑ حرکت کرنے لگا آپ نے فرمایا کہ ٹھہر جا! تیرے اوپر ایک نبی ہے ایک صدیق ہے اور دو شہید ہیں[4]

اللہ تعالیٰ کو اس پر قدرت ہے کہ بغیر براق کے سفر کرا سکتا ہے لیکن آپ کو تشریفاً و تکریماً براق پر سوار کر کے لے جایا گیا، اگر سواری نہ ہوتی تو گویا پیدل سفر ہوتا کیونکہ سوار بہ نسبت پیدل چلنے کے زیادہ معزز ہوتا ہے اس لئے آپ کو سواری پر سفر کرایا گیا[5]

---

[1] دلائل النبوۃ ص ۳۵۵ ج ۲ [2] فتح الباری ص ۲۰۷ ج ۷۔
[3] فتح الباری ص ۲۰۷ ج ۷، [4] مشکوٰۃ المصابیح ص ۵۶۲، [5] فتح الباری ص ۲۰۶ ج ۷۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام کا بیت المقدس تک آپؐ کے ساتھ براق پر سوار ہونا اور وہاں سے زینہ کے ذریعہ آسمانوں پر جانا

جب مکہ مکرمہ سے بیت المقدس کے لئے روانگی ہوئی تو حضرت جبرئیل علیہ السلام بھی آپؐ کے ساتھ براق پر سوار ہو گئے آپؐ کو پیچھے بٹھایا اور خود بطور رہبر کے آگے سوار ہوئے[1] دونوں حضرات براق پر سوار ہو کر بیت المقدس پہنچے، وہاں دونوں نے دو دو رکعت نماز پڑھی، پھر آنحضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو نماز پڑھائی جب آسمانوں کی طرف تشریف لے جانے لگے تو ایک زینہ لایا گیا جو بہت ہی زیادہ خوبصورت تھا، اور بعض روایات میں ہے کہ ایک زینہ سونے کا اور ایک چاندی کا تھا اور ایک روایت میں ہے کہ وہ موتیوں سے جڑا ہوا تھا عالم بالا کا سفر کرتے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں بائیں فرشتے تھے۔ آنحضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت جبرئیل علیہ السلام دونوں زینہ کے ذریعہ آسمان تک پہنچے اور آسمان کا دروازہ کھلوایا[2]

باب الحفظہ

پہلے آسمان کے دروازے کے بارے میں فرمایا کہ وہ باب الحفظہ ہے اور فرمایا کہ اس پر ایک فرشتہ مقرر ہے جس کا نام اسماعیل ہے اس کے ماتحت بارہ ہزار فرشتے ہیں اور ہر فرشتے کے ماتحت بارہ ہزار ہیں، جب آنحضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات بیان فرمائی تو یہ آیت تلاوت کی وَمَا یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّکَ اِلَّا ھُوَ[3]
(مدثر ۲۹)

---

[1] فتح الباری ص ۲۰۸ ج ۷۔ [2] فتح الباری ص ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹ ج ۷
[3] فتح الباری ص ۲۰۹ ج ۷ و سیرت ابن ہشام۔

پہلے آسمان پر داروغہ جہنّم سے ملاقات ہونا اور جہنّم کا ملاحظہ فرمانا

جب آپ سماء دنیا یعنی قریب والے آسمان میں داخل ہوئے تو جو بھی فرشتہ ملتا تھا ہنستے ہوئے بشاشت اور خوشی کے ساتھ ملتا تھا اور خیر کی دُعا دیتا تھا، انہیں میں ایک ایسے فرشتے سے ملاقات ہوئی جس نے ملاقات بھی کی اور دُعا بھی دی لیکن وہ ہنسا نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیلؑ سے پوچھا کہ یہ کون سا فرشتہ ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ مالک ہے جو دوزخ کا داروغہ ہے یہ اگر آپ سے پہلے یا آپ کے بعد کسی کے لئے ہنستا تو آپ کی ملاقات کے وقت آپ کے سامنے اسے ہنسی آ جاتی یہ فرشتہ ہنستا ہی نہیں ہے۔ آپ نے حضرت جبرئیلؑ سے فرمایا اس فرشتہ سے کہیئے کہ مجھے دوزخ دکھائے۔ جبرئیلؑ علیہ السلام نے اس سے کہا کہ یا مالک أرِ محمّدًا النّار (اے مالک محمّد کو دوزخ دکھا دو) اس پر اس فرشتہ نے دوزخ کا ڈھکن اٹھایا جس کی وجہ سے دوزخ جوش مارتی ہوئی اوپر اٹھ آئی۔ آپ نے فرمایا: اے جبرئیل! اس کو کہیئے کہ دوزخ کو اپنی جگہ واپس کر دے، چنانچہ جبرئیلؑ نے اس فرشتہ سے کہا کہ اس کو واپس کر دو، فرشتہ نے اسے واپس ہونے کا حکم دیا جس پر وہ واپس چلی گئی جس پر اس نے ڈھکن ڈھک دیا۔

آسمانوں کے محافظین نے حضرت جبرئیلؑ سے یہ سوال کیوں کیا کہ آپ کے ساتھ کون ہے، کیا انہیں بلایا گیا ہے؟

حضرت جبرئیلؑ علیہ السلام نے جب دروازہ کھلوایا تو آسمانوں کے ذمّہ داروں نے حضرت جبرئیلؑ سے یہ سوال کیا کہ آپ کے ساتھ کون ہیں انہوں نے جواب دیا کہ محمّد (علیہ السلام) ہیں اس پر سوال ہوا کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ حضرت جبرئیلؑ جواب دیتے رہے کہ ہاں انہیں بلایا گیا ہے اس پر دروازے کھولے جاتے رہے اور آپ اوپر

پہنچتے رہے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ملاءِ اعلیٰ کے حضرات نے یہ سوال کیوں کئے؟ کیا جبرئیل علیہ السلام کے بارے میں انہیں یہ گمان تھا کہ وہ ایسی شخصیّت کو ساتھ لے آئے ہوں گے جسے اوپر بلایا نہ گیا ہو؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ملاءِ اعلیٰ کے حضرات کو پہلے سے معلوم تھا کہ آج کسی کی آمد ہونے والی ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف بڑھانے کے لئے اور خوشی ظاہر کرنے کے لئے یہ سوال جواب ہوا، اور اس میں یہ حکمت بھی تھی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ چل جائے کہ آپ کا اسم گرامی ملاءِ اعلیٰ میں معروف ہے۔ جب یہ سوال کیا گیا کہ آپ کے ساتھ کون ہے؟ تو حضرت جبرئیلؑ نے جواب دیا کہ محمدؐ ہیں اگر وہ آپ کے اسم گرامی سے واقف نہ ہوتے اور آپ کی شخصیت سے متعارف نہ ہوتے تو یوں سوال کرتے کہ محمد کون ہیں؟ اسی سے پہلے سے دروازہ نہ کھولنے کی حکمت بھی معلوم ہو گئی اور وہ یہ ہے کہ آپ کو یہ بتانا تھا کہ آپ سے پہلے زمین کے رہنے والوں میں سے کسی کے لئے اس طریقہ پر آسمان کا دروازہ نہیں کھولا گیا کہ وفات سے پہلے دنیاوی زندگی میں ہوتے ہوئے قاصد بھیج کر بلایا گیا ہو۔ جہاں اکثر مہمان آتے ہوں اور بارہا آتے رہتے ہوں وہاں یہی بات ہے کہ پہلے سے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، دنیا میں ایسا ہی ہوتا ہے اور چونکہ ہر مہمان کے لئے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اس لئے اس میں کسی خصوصیت اور امتیاز کا اظہار نہیں ہوتا لیکن معراج کا مہمان بے مثال مہمان ہے نہ اس سے پہلے کسی کو یہ مہمانی نصیب ہوئی، نہ اس کے بعد، اور مہمانی بھی ایسی نہیں کہ امریکہ والا ایشیا چلا آیا یا ایشیا والا افریقہ چلا گیا، یعنی خاکی انسان خاک ہی پر گھومتا رہا بلکہ وہ ایسی مہمانی تھی کہ فرشِ خاک کا رہنے والا سبع سمٰوات سے گزرتا ہوا سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچ گیا جہاں اس چہیتے مہمان کے سوا کوئی نہیں پہنچا۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ بقدر کمالہ وجمالہ۔ چونکہ انسانوں میں سے کوئی وہاں نہیں جاتا اور وہاں کی راہ

متبذل نہیں ہے اس لئے حکمت کا تقاضا یہ ہوا کہ ہر ہر آسمان کا دروازہ آمد پر کھولا جائے تاکہ وہاں کے شائقین اور مقیمین کو معزز مہمان کا مرتبہ معلوم ہوتا چلا جائے اور یہ جان لیں کہ یہ کوئی ایسی ہستی ہے جس کو بغیر درخواست کے بلایا گیا ہے اور جس کے لئے آج وہ دروازے کھولے جا رہے ہیں جو کبھی کسی کے لئے نہیں کھولے گئے درحقیقت یہ اعزاز اس اعزاز سے زیادہ ہے کہ پہلے سے دروازے کھلے رہیں جو دوسروں کے لئے بھی کھلے رہے ہوں (قال ابن المنیر حکمته التحقیق أن السماء لم تفتح إلا من أجله بخلاف ما لو وجده مفتوحا)[1]

جوں ہی کوئی دروازہ کھٹکھٹایا گیا اس آسمان کے رہنے والے متوجہ ہوئے اور یہ سمجھ لیا کہ کسی اہم شخصیت کی آمد ہے اور پھر جبرئیل علیہ السلام سے سوال وجواب ہوا، اس سے حاضرین کو مہمان کا تعارف اور تشخص حاصل ہوگیا پہلے سب نے مہمان کا نام سنا پھر زیارت کی۔ مہمان کی آمد کے بعد جو تعارف حاضرین سے کرایا جاتا ہے وہ دروازہ کھٹکھٹانے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کے نام دریافت کرنے سے حاصل ہوگیا، ظاہر ہے کہ آمد کی عمومی اطلاع سے یہ بات حاصل نہ ہوتی اور چونکہ بارگاہ رب العالمین کی حاضری کے لئے یہ سفر تھا اور فرشتوں کی زیارت یا فرشتوں کو زیارت کرانا مقصد اعلیٰ نہ تھا اس لئے ہر جگہ قیام کرنے کا موقع نہ تھا ملاء اعلیٰ کے ساکنین متوجہ ہوتے رہے اور آپ کی زیارت کرتے رہے اور آپ آگے بڑھتے رہے، دنیا میں استقبال کے لئے استقبالیہ کمیٹی کے افراد کو پہلے سے جمع کرنا پڑتا ہے کیونکہ دنیا کے وسائل کے پیش نظر اچانک سب کا حاضر ہونا مشکل ہوتا ہے لامحالہ پہلے سے آنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ وقت نہ نکل جائے لیکن عالم بالا کے ساکنین کو وہ قوتیں حاصل ہیں کہ آن واحد میں ہزاروں میل کا سفر کرکے جمع ہوسکتے ہیں۔

---

[1] فتح الباری ص ۱۶۴ ج ۱

دروازہ کھٹکھٹایا گیا ہے بھنک پڑی سب حاضر ہو گئے دروازہ کھولتے وقت سب موجود ہیں۔

دُودھ، شہد اور شراب کا پیش کیا جانا اور آپؐ کا دودھ کو لے لینا

صحیح مسلم میں جو صفحہ ۹۱ پر روایت نقل کی گئی ہے اس میں یوں ہے کہ بیت المقدس ہی میں ایک برتن میں شراب اور ایک برتن میں دودھ پیش کیا گیا اس کے راوی حضرت انس بن مالکؓ ہیں۔ صحیح مسلم کی دوسری روایت جو صفحہ ۹۵ ج ۲ پر مذکور ہے۔ جس کے راوی حضرت ابوہریرہؓ ہیں اس میں یوں ہے کہ عالم بالا میں سدرۃ المنتہیٰ کے قریب پینے کی چیزیں پیش کی گئیں اس میں بھی یہ ہے کہ آپؐ نے دودھ لے لیا۔ اور حضرت امام بخاری کی روایت میں ہے کہ بیت المعمور سامنے کئے جانے کے بعد ایک برتن میں شراب، ایک برتن میں دودھ، اور ایک برتن میں شہد پیش کیا گیا، بیت المقدس میں بھی پینے کے لئے چیزیں پیش کی گئیں ہوں اور پھر عالم بالا میں بھی حاضر خدمت کی گئی ہوں اس میں کوئی منافات نہیں ہے دوبارہ پیش کئے جانے میں عقلاً نقلاً کوئی ایسی بات نہیں ہے جس کا انکار کیا جائے۔ صحیح بخاری میں ایک چیز یعنی شہد کا ذکر زیادہ ہے اس میں بھی کوئی اشکال کی بات نہیں، بعض مرتبہ بعض راویوں سے کوئی چیز رہ جاتی ہے جسے دوسرا ذکر کر دیتا ہے۔ ومع ذالک المثبت مقدم علیٰ من لم یحفظ۔ صحیح مسلم کی روایت صفحہ ۹۷ پر یہ بھی ہے کہ جب آپؐ نے دودھ لیا تو حضرت جبرئیلؑ نے عرض کیا کہ اگر آپ شراب لے لیتے تو آپ کی اُمّت گمراہ ہو جاتی اس سے معلوم ہوا کہ قائد اور پیشوا کے اخلاق اور اعمال کا اثر اس کے ماننے والوں پر بھی پڑتا ہے[1]

---

[1] فتح الباری صفحہ ۲۱۵ ج ۷ میں علامہ قرطبی سے نقل کیا ہے کہ دودھ کے بارے میں (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

سِدرۃ المنتہیٰ کیا ہے؟

روایات حدیث میں السدرۃ المنتہیٰ (صفت موصوف) اور سدرۃ المنتہیٰ (مضاف مضاف الیہ) دونوں طرح وارد ہوا ہے، قرآن مجید میں سدرۃ المنتہیٰ وارد ہوا ہے۔

لفظ "سدرہ" عربی زبان میں بیر کو کہتے ہیں اور "المنتہیٰ" کا معنی ہے انتہا ہونے کی جگہ۔ اس درخت کا یہ نام کیوں رکھا گیا؟ اس کے بارے میں صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اوپر سے جو احکام نازل ہوتے ہیں وہ اسی پر منتہیٰ ہو جاتے ہیں اور جو بندوں کے اعمال نیچے سے اوپر جاتے ہیں وہ وہاں پر ٹھہر جاتے ہیں (آنے والے احکام پہلے وہاں آتے ہیں پھر وہاں سے

حاشیہ ــــ صفحہ گذشتہ سے پیوستہ

جو بھی الفطرۃ التی انت علیہا فرمایا ممکن ہے کہ یہ اسی وجہ سے ہو کہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کے پیٹ میں دودھ داخل ہوتا ہے اور وہی اس کی آنتوں کو پھیلا دیتا ہے (اور ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے لہٰذا فطری طور پر فطرت اسلام اور بچہ کی ابتدائی غذا میں ایک مناسبت ہوئی اس لئے فطرت سے دین اسلام مراد لیا) حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں کہ روایات میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے (جو برتن پیش کئے گئے وہ) چار تھے دودھ، اور شہد، اور خمر، اور پانی، کسی نے دو کے ذکر پر اکتفا کیا، کسی نے تین کے ذکر پر، یا یہ کہ تین ہوں ایک پیالے میں پانی ہو کہ شیر میں شہد جیسا ہو کبھی اس کو شہد کہہ دیا ہو کبھی پانی اور ہر چند کہ شراب اس وقت حرام نہ تھی کیونکہ یہ مدینہ میں حرام ہوئی ہے مگر سامان نشاط ضرور ہے اس لئے مشابہ دنیا کے ہے۔ شہد بھی اکثر تلذذ کے لئے پیا جاتا ہے غذا کے لئے نہیں تو یہ بھی امر زائد اور اشارہ لذات دنیا کی طرف ہوا، اور پانی بھی معین غذا ہے غذا نہیں، جس طرح دنیا معین دین ہے مقصود نہیں، اور دین خود غذائے روحانی مقصود ہے جیسا دودھ غذائے جسمانی مقصود ہے اور گو غذائیں اور بھی ہیں مگر دودھ کو اوروں پر ترجیح ہے کہ یہ کھانے اور پینے دونوں کا کام دیتا ہے۔

(کذا فی نشر الطیب دراجع فتح الباری صفحہ ۲۱۵ ج ۷)

نازل ہوتے ہیں اور نیچے سے جانے والے جو اعمال ہیں وہ وہاں ٹھہر جاتے ہیں پھر اُوپر اٹھائے جاتے ہیں) پہلے گزر چکا ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس پر جو چیزیں چھائی ہوئی تھیں ان کی وجہ سے جو اس کا حسن تھا اسے اللہ کی مخلوق میں سے کوئی بھی شخص بیان نہیں کرسکتا۔ اور دوسری حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اس پر سونے کے پروانے چھائے ہوئے تھے[۱] اس درخت کے بارے میں یہ بھی حدیث میں وارد ہوا ہے کہ اس کی شاخوں کے سایہ میں ایک سوار سو سال تک چل سکتا ہے یا یوں فرمایا کہ اس کے سایہ میں سو سوار سایہ لے سکتے ہیں[۲]

قال النووی رحمہ اللہ! قال ابن عباس والمفسرون وغیرھم سمیت سدرۃ المنتھیٰ لان علم الملائکۃ ینتھی الیھا ولم یجاوزھا أحد إلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحکی عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ إنما سمیت بذلک لکونھا ینتھی الیھا مایھبط من فوقھا ومایصعد من تحتھا من امر اللہ تعالیٰ[۳]

جنّت میں داخل ہونا اور نہر کوثر کا ملاحظہ فرمانا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس درمیان میں جبکہ میں جنّت میں چل رہا تھا، اچانک میں ایک ایسی نہر پر ہوں جس کے دونوں کناروں پر ایسے موتیوں کے قبّے ہیں جو بیچ میں سے خالی ہیں (یعنی پورا قبّہ ایک موتی کا ہے) میں نے کہا اے جبرئیل! یہ کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ نہر کوثر ہے، جو آپ کے رب نے آپ کو عطا فرمائی ہے،

---

۱ صحیح مسلم ص ۹۷ ج ۱ عن ابن مسعودؓ مرفوعاً ۲ مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۹۸ از ترمذی
۳ صحیح مسلم ج ۱ ص ۹۲

میں نے جو دھیان کیا تو کیا دیکھتا ہوں اس میں جو مٹی ہے (جس کی سطح پر پانی ہے) وہ خوب تیز خوشبو والا مشک ہے۔ (رواہ البخاری)

حضرات انبیار کرام علیہم السلام کی ملاقات روحانی تھی یا اجسام کے ساتھ تھی

حضرات انبیار کرام علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔ حضور پُر نور کا انبیار کرام کا بیت المقدس اور آسمانوں میں دیکھنا اس سے یا تو ان کی ارواح مبارکہ کو دیکھنا مراد ہے یا مع اجسام عنصریہ کے دیکھنا مراد ہے کہ حضور کے اعزاز و اکرام کے لئے انبیار کرام کو مع اجسام عنصریہ کے مسجد اقصیٰ اور آسمانوں میں مدعو کیا گیا چونکہ حضرات انبیار کرام علیہم السلام اپنی قبور میں جسموں کے ساتھ زندہ ہیں جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اِنَّ اللّٰہَ حرم علی الارض اجسام الانبیاء (بلاشبہ اللہ نے زمین پر نبیوں کے جسموں کو حرام کر دیا ہے۔ وہ ان کے جسموں کو کھا نہیں سکتیں) اور احوالِ برزخ کو احوالِ دُنیا پر قیاس بھی نہیں کیا جا سکتا اسی لئے آنحضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا لہٰذا کوئی بعید نہیں ہے کہ مسجد اقصیٰ میں انبیار علیہم الصلوٰۃ والسلام کو آپ نے ان کے اجسام عنصریہ کے ساتھ موجود پایا اور انہیں نماز پڑھائی پھر آسمانوں میں تشریف لے گئے تو وہاں بھی حضرات انبیار کرام علیہم السلام میں سے جن سے بھی ملاقات کی وہ وہاں اپنے جسموں کے ساتھ موجود تھے۔

اور بعض علمار نے یہ فرمایا کہ حضرات انبیار کرام علیہم السلام کے اجسام تو قبور ہی میں رہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی ارواح کو اجسام مثالیہ دے کر متمثل فرما دیا، اور اسی حال میں آپ کے پیچھے نماز پڑھی، اور پھر اوپر آسمانوں میں ملاقاتیں ہوئیں

البتہ حضرت عیسٰی علیہ السلام چونکہ زندہ ہی اٹھا لئے گئے تھے اور ابھی ان کا دنیا میں آنا اور وفات پانا باقی ہے، اس لئے ان سے جو ملاقات ہوئی وہ اسی جسم کے ساتھ ہوئی جو دنیا میں ان کا جسم تھا اور چونکہ یہ ملاقات ان کی وفات سے پہلے ہے اس لئے ان کو آنحضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں بھی شمار کیا گیا ہے۔[1]

آسمانوں میں حضرات انبیاء کرام علیہم السلام سے جو ملاقاتیں ہوئیں ان کی ترتیب کے بارے میں کیا حکمت ہے؟

حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات انبیاء کرامؑ کو بیت المقدس میں نماز پڑھائی، پھر ان حضرات سے جس جس سے اوپر ملاقات کرائی تھی وہ لوگ آپ سے پہلے آسمانوں میں پہنچ چکے تھے۔ ان میں جن حضرات سے آپ کی ملاقات ہوئی ان میں پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، پھر اوپر تشریف لے جاتے رہے اور دوسرے آسمانوں میں دیگر انبیاء کرام علیہم السلام سے ملاقات ہوئی۔ اس ملاقاتوں کی ترتیب کے بارے میں بعض حضرات نے حکمت بتائی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی ملاقات میں یہ بتانا تھا جیسے وہ جنّت سے نکالے گئے جو اس وقت ان کا وطن مالوف تھا۔ اسی طرح آپ کو بھی مکہ معظمہ سے مدینے کے لئے ہجرت کا موقع آئے گا (مشہور قول کے مطابق چونکہ واقعۂ معراج ہجرت مدینہ منورہ سے کچھ ہی عرصہ پہلے پیش آیا تھا اس لئے پہلے آسمان میں حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات کرائی گئی۔)

حضرت عیسٰی اور یحییٰ علیہما السلام سے دوسرے آسمان میں ملاقات ہوئی اس میں یہ بتایا کہ ہجرت کے بعد شروع ہی میں یہودی دشمنی کریں گے اور ان کی سرکشی

---

[1] فتح الباری ص ۲۱۰ ج ۷، الاصابہ ص ۵۲ ج ۳۔

بڑھتی چلی جائے گی اور آپ کو تکلیف پہنچانے کے ارادے کرتے رہیں گے (جیساکہ انہوں نے حضرت عیسٰی اور حضرت یحییٰ علیہما السلام سے کیا۔)

تیسرے آسمان میں حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اس میں یہ حکمت ہے کہ جس طرح یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے ان کے ساتھ زیادتی کی، اس طرح آپ کے قریشی بھائی آپ سے دشمنی کریں گے (اور جنگ کرنے کے لئے دارالہجرت میں پہنچیں گے) پھر جس طرح حسنِ انجام حضرت یوسف علیہ السلام کو حاصل ہوا آپ کو بھی یہ نعمت حاصل ہو گی چنانچہ مکہ معظمہ فتح ہوا اور آپ کی زبان مبارک سے قریش مکہ کے لئے وہی بات نکلی جو یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہی تھی لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ۔ (یوسف ۹۲)

چوتھے آسمان میں حضرت ادریس علیہ السلام سے ملاقات ہوئی ان کے تذکرہ میں قرآن مجید میں فرمایا ہے وَرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا۔ ان کی ملاقات میں اس طرف اشارہ تھا کہ آپ کو بھی اللہ تعالےٰ نے بلند مرتبہ عطا فرمایا ہے۔

پانچویں آسمان میں حضرت ہارون علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اس میں بتایا کہ جیسے حضرت ہارون علیہ السلام کو ان کی قوم نے اذیت دی پھر وہ اپنی قوم میں محبوب ہو گئے اسی طرح اپنی قوم کی ایذاؤں کے بعد آپ محبوب ہو جائیں گے۔

چھٹے آسمان میں حضرت موسٰی علیہ السلام سے ملاقات ہوئی ان کی ملاقات میں اس طرف اشارہ تھا کہ جیسے ان کی قوم نے آپ کو ستایا اس طرح کے واقعات آپ کو بھی پیش آئیں گے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقعہ پر یوں ارشاد فرمایا لقد أوذی موسٰی باکثر من ھذا فصبر۔

ساتویں آسمان میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی وہ بیت المعمور سے ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے تھے، اس میں یہ بتایا کہ آپ کی آخری عمر میں آپ کو

مناسک حج کا موقع دیا جائے گا اور آپ کے ذریعے بیت اللہ کی تعظیم قائم ہوگی[1]
(حضرت ابراہیم علیہ السلام سے سب سے آخر میں ملاقات ہوئی انہوں نے کعبہ شریف بنایا تھا اور عالم بالا میں بیت المعمور سے ٹیک لگائے ہوئے تھے جو کعبہ شریف کی محاذات میں ہے یہاں زمین پر بنی آدم کعبہ شریف کا طواف کرتے ہیں اور وہاں روزانہ فرشتے بیت المعمور میں داخل ہوتے ہیں یہ لطیف مناسبت ہے)

شیخ ابن ابی جمرہ کا ارشاد

شیخ ابن ابی جمرہ نے بھی حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی ملاقاتوں کی ترتیب کے بارے میں کچھ حکمتیں بتائیں، انہوں نے فرمایا کہ سب سے قریب والے آسمان میں آدم علیہ السلام سے اس لئے ملاقات ہوئی کہ وہ اول الانبیاء بھی ہیں اور اول الآباء بھی ہیں وہ نبی بھی ہیں اور آپ کے باپ بھی ہیں اور دوسرے آسمان پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی کیونکہ ان کا زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے قریب تر تھا کیونکہ آپ کے اور ان کے درمیان کوئی نبی نہیں گزرا۔ تیسرے آسمان میں حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات ہوئی کیونکہ آپ کی اور امت حضرت یوسف علیہ السلام کی صورت میں جنّت میں داخل ہوگی۔

چوتھے آسمان میں حضرت ادریس علیہ السلام سے ملاقات ہوئی ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا (مریم، ۵) اور چوتھا آسمان ساتویں آسمان کے درمیان ہے[2]

---

[1] فتح الباری ص ۲۱۰، ۲۱۱ ج ۷، [2] علامہ سہیلی نے الروض الانف میں بہت ہی اچھی بات لکھی ہے اور وہ یہ کہ حضرت ادریس علیہ السلام سب سے پہلے وہ شخص ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے لکھنا سکھایا تھا چوتھے آسمان میں ان سے ملاقات ہونے میں اس طرف اشارہ تھا کہ گذشتہ تین احوال (مکہ معظمہ سے ہجرت کرکے مدینہ منورہ تشریف لے جانا اور مدینہ منورہ میں یہودیوں کا آپ سے دشمنی کرنا (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

پانچویں آسمان میں حضرت ہارون علیہ السلام سے ملاقات ہوئی کیونکہ وہ اپنے بھائی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے قریب ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام ان سے بلند تھے یعنی چھٹے آسمان پر تھے کیونکہ انہیں کلیم اللہ ہونے کی فضیلت حاصل ہے اور آخری آسمان میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی کیونکہ ابراہیم علیہ السلام نبیوں میں آپ کے آخری باپ ہیں اور یہ بات بھی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام (خلیل اللہ ہیں) خلیل کا مرتبہ سب سے بلند ہونا چاہیئے۔ اس لئے وہ ساتویں آسمان میں تھے اور چونکہ حبیب کا مرتبہ خلیل سے بھی بلند ہونا چاہیئے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابراہیم سے بھی اوپر تشریف لے گئے۔ انتھی قول ابن ابی جمرہ [1]

نمازوں کی تخفیف کا جو سوال کیا تو پانچ نمازیں رہ جانے پر آگے سوال نہ کرنے کی حکمت

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے توجہ دلانے پر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار نمازیں کم کرانے کے لئے درخواست کی اور پانچ نمازیں رہ جانے پر جو آگے سوال کی ہمت نہ کی، اور فرمایا کہ اب مجھے اپنے رب سے شرم آتی ہے۔ اس کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ابن منیر سے نقل کیا ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ پانچ پانچ نمازوں کی کمی ہو رہی تھی اور اب پانچ ہی رہ گئی تھیں، تو اب مزید تخفیف کا سوال کرنے کا مقصد یہ بنتا تھا کہ گویا کوئی نماز بھی فرض نہ رہے، لہٰذا آپ آگے درخواست کرنے پر شرما گئے [2] اور چونکہ تکوینی طور پر پانچ نمازوں کی فرضیت

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے پیوستہ) اور (مکہ معظمہ فتح ہونا) کے بعد چوتھی حالت پیش آئے گی کہ آپ بادشاہوں کو خط لکھیں گے جس میں اسلام کی دعوت ہوگی۔ چنانچہ فتح مکہ کے بعد ایسا ہی ہوا جس کے نتیجہ میں بعض ملوک مسلمان ہوئے اور بعض نے صلح کر لی۔

[1] فتح الباری ص ۲۱۱ ج ۷۔ [2] فتح الباری ص ۴۹۳ ج ۸

متعین ہی تھی اس لئے بھی آگے سوال کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔

حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں یہ بھی لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو تخفیف کا سوال کرتے رہے ہیں وہ اس وجہ سے کہ آپ کے ذہن میں یہ بات تھی کہ سب نمازیں فرض نہیں ہیں البتہ آخری مرتبہ کے سوال کے بعد جو پانچ نمازیں رہ گئیں تھیں ان کے بارے میں یہ یقین کر لیا یہ تو فرض ہی ہیں اس لئے آپ نے اس کے بعد سوال نہیں کیا۔ ارشاد خداوندی مَا یُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ (ق ۲۹) سے اس طرف اشارہ نکلتا ہے[1]

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا رونا اور رشک کرنا

معراج کی روایات میں یہ بھی ہے کہ آنحضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت موسیٰ علیہ السلام سے آگے بڑھے، تو موسیٰ علیہ السلام رونے لگے ان سے دریافت کیا گیا کہ آپ کیوں روتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ میرے بعد ایک غلام یعنی نوعمر شخص کی بعثت ہوئی اس کی اُمّت کے لوگ جو جنّت میں داخل ہوں گے، میری اُمّت سے زیادہ ہوں گے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ معاذ اللہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ رونا اور یہ کہنا کہ ان کی اُمّت کے لوگ میری اُمّت کے بہ نسبت زیادہ جنّت میں داخل ہوں گے یہ بطور حسد کے نہیں تھا بلکہ بطور افسوس کے تھا، اور افسوس اس بات کا تھا کہ میری اُمّت میں مخالفت اور نافرمانی زیادہ تھی جس کی وجہ سے ان کی اُمّت کو ثواب کم ہوا، اور اس کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ثواب بھی کم ہوا کیونکہ اُمّت جس قدر بھی عمل کرتی تھی اس کا ثواب اس کے نبی کو بھی ملتا تھا کیونکہ وہ ان کو دلالت علی الخیر کرنے والا تھا (اور اس سے اُمّت کا ثواب کم نہیں ہوتا تھا) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ثواب بہت

---

[1] فتح الباری ص ۱۹۳ ج ۸

زیادہ ہے کیونکہ آپ کی امت میں فرمانبرداری کی شان بہت زیادہ ہے، عبادت، طاعت، ذکر، تلاوت، حج، تصنیف، تالیف، جہاد، تعلیم، تبلیغ میں یہ امت بہت آگے آگے ہے۔

موسیٰ علیہ السلام نے یہ جو فرمایا کہ ایک لڑکا میرے بعد مبعوث ہوا یہ بطور تنقیص کے نہیں تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت عظیمہ اور کرم عظیم ظاہر کرنے کے لئے تھا، یعنی سب نبیوں کے بعد آخر میں آنے والے نبی کو جس کی عمر دوسرے نبیوں کے مقابلے میں زیادہ نہ تھی، بہت زیادہ برکات اور انعامات سے نوازا گیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی تو تھے، جنہوں نے بار بار توجہ دلائی اور ان کی فکرمندی سے بجائے پچاس نمازوں کے پانچ نمازیں فرض رہ گئیں، انہوں نے تو مزید درخواست پیش کرنے کی کوشش کی، اور فرمایا کہ میں نے بنی اسرائیل کو بہت آزمایا ہے وہ لوگ اس سے کم نمازوں کی بھی پابندی نہیں کر سکے[1] آنحضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بس اب میں شرما گیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام بھلا کیا حسد کرتے اور آپ کی شان میں کیا تنقیص کا خیال کرتے، انہوں نے تو محبت اور شفقت کا مظاہرہ فرمایا۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں فرمایا۔ أماقوله "غلام" فليس على سبيل النقص، بل على سبيل التنويه بقدرة الله وعظيم كرمه إذ أعطى لمن كان فى ذلك السن مالم يعطه أحداً قبله ممن هو أسن منه وقد وقع من موسى من العناية بهذه الأمة من امر الصلوٰة مالم يقع لغيره، ووقعت الإشارة لذلك فى حديث ابى هريرة عند الطبرى والبزار، قال عليه الصلوٰة والسلام: كان موسى اشدهم على حين مررت به، وخيرهم لى حين رجعت إليه، وفى حديث ابى سعيد " فأقبلت راجعا، فمررت بموسى

---

[1] حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت پر دو نمازیں فرض تھیں فتح الباری ص ۲۱۶ ج ۷

ونعم الصاحب کان لکم[1]"

حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے نماز کم کرانے کی ترغیب کیوں نہیں دی؟

ایک یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمازوں کی تخفیف کا سوال کرنے کی طرف کیوں توجہ نہیں دلائی؟ حضرت اکابر نے اس کے بارے میں فرمایا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ السلام خلیل ہیں، مقام خُلّت کا تقاضا تسلیم و رضا ہے، جو حکم ہوا مان لیا، آگے سوچنا کچھ نہیں، اور حضرت موسٰی علیہ الصلاۃ والسلام کلیم ہیں، مقام تکلّم مقام ناز ہے، اور موجب انبساط ہے، جو کلیم جرأت کرسکتا ہے دوسرا نہیں کرسکتا، پھر ایک بات یہ بھی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کو اہلِ شرک وکفر سے زیادہ واسطہ پڑا تھا، ان ہی لوگوں سے بحث ومناظرہ میں عمر مبارک صرف ہوئی، آپ کے اتباع اور امت اجابت کے افراد زیادہ نہیں ہوئے، اور جو لوگ آپ پر ایمان لائے تھے وہ سچے فرمانبردار تھے، نافرمانوں اور فاسقوں کے رنگ ڈھنگ بچشم خود نہ دیکھے تھے جیسے حضرت موسٰی علیہ الصلاۃ والسلام کا ذہن تخفیف کرانے کی طرف چلا گیا اور اپنے تجربہ کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: فانی قد بلوت بنی اسرائیل وخبرتھم (مسلم شریف) یعنی میں بنی اسرائیل کو آزما چکا ہوں، اور اسی تجربہ کی بنیاد پر کہتا ہوں کہ اتنی نمازیں پڑھنا آپؐ کی اُمّت کے لئے دشوار ہوگا۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلاۃ والسلام بھی امت محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ) کی خیرخواہی سے غافل نہ تھے، مگر انہوں نے تکثیر حسنات کو پیش نظر

---

[1] فتح الباری ص ۲۱۶ ج ۷

رکھا جس کی وجہ سے پچاس نمازوں کی فرضیت کی خبر سن کر دل باغ باغ ہو گیا اور خوشی کی انتہا نہ رہی، جب یہ خبر ملی کہ کعبہ شریف بناتے وقت میں نے رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ کے ذریعہ جس امت کے لئے دُعا کی تھی، وہ آج نوازی جا رہی ہے، اور اسے رات دن میں پچاس مرتبہ بارگاہ خداوندی میں حاضری کا شرف دیا جا رہا ہے، پھر بھلا وہ تخفیف صلاۃ کا مشورہ کیوں دیتے؟ کیونکہ وہ تکثیر حسنات کی طرف متوجہ تھے، اس لئے انہوں نے امت محمدیہ کو ایک پیغام بھیجا حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جس رات مجھے سیر کرائی گئی حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، انہوں نے فرمایا کہ اے محمدؐ! میری طرف سے اپنی امّت کو سلام کہہ دینا اور انہیں بتا دینا کہ بلاشبہ جنّت کی اچھی مٹی ہے، میٹھا پانی ہے اور وہ چٹیل میدان ہے اور اس کے پودے یہ ہیں، سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَاللهُ أَكْبَرُ[1]

یہ جو فرمایا کہ جنّت چٹیل میدان ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ اس میں سب کچھ ہے، لیکن اسی کے لئے تو ہے جو دنیا میں ایسے کام کر کے جائے گا جن کے ذریعہ جنّت میں داخلہ ہو سکے، جنّت اپنی محنت سے ملے گی، اور اس کو اس طرح سمجھ لیا جیسے کوئی بہت اچھی زمین ہو، مٹی بھی عمدہ ہو، پانی بھی میٹھا ہو، جب کوئی شخص اس میں درخت لگائے گا، اور اس عمدہ پانی سے سینچائی کرے گا تو اس کا پھل پالے گا، لہٰذا دنیا میں نیک اعمال کرتے رہو، اللہ کا ذکر کرو، سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَاللهُ أَكْبَرُ پڑھا کرو، ان کو پڑھو گے تو یہاں جنّت میں ان کے عوض درخت پا لو گے، اسی لئے ایک حدیث میں فرمایا ہے کہ جس نے سُبْحَانَ اللهِ الْعَظِيمِ وَبِحَمْدِهٖ کہا اس کے لئے جنّت میں ایک درخت لگا دیا جائے گا۔[2]

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۰۲ از ترمذی۔ [2] مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۰۱ از ترمذی۔

سونے کے طشت میں زمزم سے قلبِ اطہر کا دھویا جانا

واقعۂ معراج جن احادیث میں بیان کیا گیا ہے ان میں یہ بھی ہے کہ آپؐ کا سینہ مُبارک چاک کیا گیا' اور قلبِ اطہر کو نکال کر زمزم کے پانی سے دھو کر واپس اپنی جگہ رکھ دیا گیا، پھر اسی طرح درست کر دیا گیا جیسا پہلے تھا، آج کی دنیا میں جبکہ سرجری عام ہو چکی ہے اس میں کوئی اشکال نہیں ہے اور زمزم کے پانی سے جو دھویا گیا اس سے زمزم کے پانی کی فضیلت واضح طور پر معلوم ہوئی' روایات میں یہ بھی ہے کہ آپ کے قلبِ اطہر کو سونے کے طشت میں دھویا گیا تھا' اور یہ برتن جنّت سے لایا گیا تھا' کیونکہ یہ برتن جنّت سے آیا تھا اور استعمال کرنے والا فرشتہ تھا اور اس وقت تک احکام نازل بھی نہیں ہوئے تھے' (سونے کی حرمت مدینہ منورہ میں ہوئی) اس لئے اس سے امت کے لئے سونے کے برتن استعمال کرنے کا جواز ثابت نہیں کیا جا سکتا' اور ایمان و حکمت سے بھرنے کا یہ مطلب ہے کہ اس سے آپ کی قوت ایمانیہ میں اور قلبِ مُبارک کے حکمت سے لبریز ہونے میں اور زیادہ ترقی ہو گئی اور عالم بالا میں جانے کی قوت پیدا ہو گئی۔

نماز کا مرتبۂ عظیمہ

نماز اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام ہے' دیگر عبادات اسی سرزمین پر رہتے ہوئے فرض کی گئیں' لیکن نماز عالم بالا میں فرض کی گئی' اللہ تعالیٰ شانہ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عالم بالا کی سیر کرائی' اور وہاں پچاس' پھر پانچ نمازیں عطا کی گئیں' اور ثواب پچاس ہی کا رکھا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے توجہ دلانے پر بار بار بارگاہ الٰہی میں حاضر ہو کر نمازوں کی تخفیف کے لئے درخواست کرتے رہے' اور درخواست قبول ہوتے رہے' عالم بالا

میں بار بار آپ کی حاضری ہوتی رہی۔

وہاں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مناجات ہوئی پھر اس دنیا میں آپؐ کے صحابہؓ کی اور صحابہؓ کے بعد پوری اُمت کی مناجات ہوتی رہی اور تاقیامت یہ مناجات ہوتی رہے گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

چونکہ یہ اللہ تعالیٰ شانہ کے دربار کی حاضری ہے اس لئے اس کے وہ آداب ہیں جو دوسری عبادات کے لئے لازم نہیں کئے گئے، باوضو ہونا، کپڑوں کا پاک ہونا، نماز کی جگہ کا پاک ہونا، قبلہ رُخ ہونا، ادب کے ساتھ ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا اللہ کے کلام کو پڑھنا، رکوع کرنا، سجدے کرنا یہ وہ چیزیں ہیں جو مجموعی حیثیت سے کسی دوسری عبادت میں مشروط نہیں ہیں (گو ان میں سے بعض احکام بعض دیگر عبادات سے بھی متعلق ہیں) پھر نمازی ہر دو رکعت کے بعد تشہد پڑھتا ہے جو التحیات للہ سے شروع ہوتا ہے، بعض شراح حدیث نے فرمایا ہے کہ تشہد میں انہیں الفاظ کا اعادہ ہے جو شب معراج میں ادا کئے گئے تھے، حاضری کے وقت آنحضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تحیہ پیش کرتے ہوئے عرض کیا: اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّیِّبَاتُ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ شانہ کی طرف سے جواب ملا: اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ یہ سُن کر آپؐ نے عرض کیا: اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فوراً توحید و رسالت کی گواہی دی اور اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ کے کلمات ادا کئے[1]

---

[1] ذکرہٗ مولانا فخر الحسن الگنگوھی فی تعلیقہ علیٰ سُنن اَبی داوٗد (باب التشھد) وفیہ ایضًا وبہ یظھر وجہ الخطاب، وانہٗ علیٰ حکایة معراجہ علیہ السلام فی اٰخر الصلوٰة التی ھی معراج المؤمنین اھ وقال شیخ مشائخنا (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

نماز چونکہ دربار الٰہی کی حاضری ہے، اس لئے پوری توجہ کے ساتھ نماز پڑھنے کی تعلیم دی گئی۔ سُترہ سامنے رکھنے کی ہدایت فرمائی تاکہ دلجمعی رہے، اِدھر

حاشیہ صفحہ گذشتہ سے پیوستہ

فی بذل المجهود ص ۱۱، ج ۲ مجيبًا عمّا يرد من الإشكال على لفظة عليك زمن مشروعية الخطاب للأمة فی صلوتهم، ناقلاً عن الطيبي: نحن نتبع لفظ الرسول بعينه الذی علمه الصحابة، ويحتمل ان يقال على طريق اهل العرفان ان المصلين لما استفتحوا باب الملكوت بالتحيات اذن لهم بالدخول فی حريم الحی الذی لا يموت نقرته اعينهم بالمناجاة فنبهوا على أن ذلك بواسطة نبي الرحمة وبركة متابعته فالتفتوا فإذا الحبيب فی حرم الحبيب حاضر فاقبلوا عليه قائلين السلام عليك أيها النبی ورحمة الله وبركاته. انتهى.

قال الحافظ فی الفتح: والحكمة فی وقوع فرض الصلوٰة ليلة المعراج أنه لما قدس ظاهرًا وباطنًا حين غسل بماء زمزم بالايمان والحكمة ومن شان الصلوٰة أن يتقدمها الطهور ناسب ذلك أن تفرض الصلاة فی تلك الحالة، وليظهر شرفه فی الملأ الأعلى ويصلی بمن سكنه من الأنبياء وبالملائكة وليناجی ربه ومن ثم كان المصلی يناجی ربهٗ جل وعلا (فتح الباری ص ۲۱۰/۱۵)

وفيه ايضًا والحكمة فی تخصيص فرض الصلوٰة بليلة الإسراء انه صلى الله عليه وسلم لما عرج به رأى فی تلك الليلة تعبد الملائكه وأن منهم القائم فلا يقعد والراكع فلا يسجد والساجد فلا يقعد فجمع الله له ولأمته تلك العبادات كلها فی ركعة يصليها العبد بشرائطها من الطمانية والاخلاص، أشار إلى ذلك إبن أبی جمرة وقال وفی اختصاص فرضيتها بليلة الإسراء اشارة إلى عظيم بيانها ولذلك اختص فرضها بكونه بغير واسطة بل بمراجعات تعددت على ماسبق بيانه.

(فتح الباری ج ۷، ص ۲۱۶ ، فتح الباری ج ۷، ص ۲۱۶)

اُدھر دیکھنے سے منع فرمایا ہے، نماز پڑھتے ہوئے تشبیک یعنی انگلیوں میں انگلیاں ڈالنے کی ممانعت فرمائی ہے۔ کھانے کا تقاضا ہوتے ہوئے اور پیشاب پاخانہ کا تقاضا ہوتے ہوئے نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ یہ چیزیں توجہ ہٹانے والی ہیں ان کی وجہ سے خشوع خضوع باقی نہیں رہتا جو دربار کی حاضری کی شان کے خلاف ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب بندہ نماز میں ہو تو برابر اللہ تعالیٰ کی توجہ اس کی طرف رہتی ہے، جب تک کہ بندہ خود اپنی توجہ نہ ہٹالے، جب بندہ توجہ ہٹالیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی بھی توجہ نہیں رہتی۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر تم میں سے کوئی شخص نماز کے لئے کھڑا ہو تو کنکریوں کو نہ چھوئے کیونکہ اس کی طرف رحمت متوجہ ہوتی ہے۔[1]

خاتمۃ الرسالۃ

روایات حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بیداری میں روح اور جسم کے ساتھ معراج کرائی، اہل السنۃ والجماعت کا یہی مذہب ہے۔ ایک ہی رات میں آپؐ مکہ معظمہ سے روانہ ہو کر بیت المقدس میں پہنچے، وہاں حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی امامت کی، پھر وہاں سے آسمانوں پر تشریف لے گئے، وہاں حضرات انبیاء کرام علیہم السلام سے ملاقاتیں ہوئیں، سدرۃ المنتہیٰ کو دیکھا، البیت المعمور کو ملاحظہ فرمایا، ایسی جگہ پر پہنچے جہاں قلموں کے لکھنے کی آوازیں آرہی تھیں، عالم بالا میں پچاس نمازیں فرض کی گئیں، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح ص ۹۱

کے بار بار توجہ دلانے پر اور خالقِ کائنات جلّ مجدہٗ کی بارگاہ میں بار بار درخواست پیش کرنے پر پانچ نمازوں کی فرضیت رہ گئی، اور اللہ تعالٰی نے پانچ نمازیں پڑھنے پر ہی پچاس نمازوں کے ثواب کا اعلان فرمادیا، پھر اسی رات میں آسمانوں سے نزول فرمایا، اور واپس مکہ معظمہ تشریف لے آئے، راستے میں قریش کا ایک قافلہ ملا، جب صبح کو قریش کے سامنے رات کا واقعہ بیان کیا تو وہ تکذیب کرنے لگے لیکن جب آپ نے بیت المقدس کے بارے میں ان کے سوالات کے شافی جوابات دے دیئے اور جس قافلہ سے ملاقات ہوئی تھی وہ بھی پہنچ گیا، اور آپؐ نے اس کے بارے میں جو کچھ بتایا تھا وہ سب کے سامنے صحیح ثابت ہو گیا تو قریش کا منہ بند ہو گیا اور آگے کچھ نہ کہہ سکے۔

لیکن اب دورِ حاضر کے ملحدین واقعۂ معراج کو ماننے میں تامل کرتے ہیں اور بعض جاہل بالکل ہی جھٹلا دیتے ہیں، اور کچھ لوگ یوں کہہ دیتے ہیں کہ خواب کا واقعہ ہے، یہ لوگ یہ نہیں سوچتے اگر یہ خواب کا واقعہ ہوتا تو مشرکین مکہ اس کا انکار کیوں کرتے؟ اور یوں کیوں کہتے کہ بیت المقدس تک ایک ماہ کی مسافت کیسے طے کر لی؟ اور پھر انہیں بیت المقدس کی نشانیاں دریافت کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ سورۃ الاسراء کے شروع میں جو سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ فرمایا ہے، اس میں لفظ بعبدہ سے صاف ظاہر ہے کہ آپ روح اور جسم دونوں کے ساتھ تشریف لے گئے نیز اُسریٰ جو سری یسری (معتل اللام) سے باب افعال سے ماضی کا صیغہ ہے یہ بھی رات کے سفر کرنے پر دلالت کرتا ہے، خواب میں کوئی کہیں چلا جائے اس کو سریٰ اور اسریٰ سے تعبیر نہیں کیا جاتا، لیکن جنہیں ماننا نہیں ہے وہ آیت قرآنیہ اور احادیث صحیحہ کا انکار کرتے میں ذرا نہیں جھجکتے ھداھم اللہ تعالٰی۔

منکرین کی جاہلانہ باتوں میں سے ایک بات یہ ہے کہ زمین سے اوپر جانے

میں اتنی مسافت کے بعد ہوا موجود نہیں ہے' اور فلاں فلاں کُرہ سے گزرنا لازم ہے اور انسان بغیر ہوا کے زندہ نہیں رہ سکتا، اور فلاں کُرہ سے زندہ نہیں گذر سکتا، یہ سب جاہلانہ باتیں ہیں' اوّل توان باتوں کا یقین کیا ہے جس کا یہ لوگ دعویٰ کرتے ہیں'________________ اور اگر ان کی

کوئی بات صحیح بھی ہو تو اللہ تعالیٰ کو پوری پوری قدرت ہے کہ اپنے جس بندہ کو جس کرہ سے چاہے باسلامت گذار دے' اور بغیر ہوا کے بھی زندہ رکھے' ہوا اور سانس لینے کو بھی تو اسی نے زندگی کا ذریعہ بنایا ہے' اگر وہ انسان کی تخلیق کی ابتدار ہی سے بغیر ہوا اور سانس کے زندہ رکھتا تو اسے اس پر بھی قدرت تھی' اور کیا سکتہ کا مریض بغیر سانس کے زندہ نہیں رہتا؟ کیا حبس دم کرنے والے سانس لئے بغیر گھنٹوں نہیں جیتے؟

بعض جاہل تو آسمانوں کے وجود کے ہی منکر ہیں' ان کے انکار کی بنیاد صرف عدم العلم ہے اِنْ هُمْ اِلَّا یَخْرُصُوْنَ ٥ (یونس ٦٦) کسی چیز کا نہ جاننا اس امر کی دلیل نہیں ہے کہ اس کا وجود ہی نہ ہو محض اٹکلوں سے اللہ تعالیٰ کی کتاب جھٹلاتے ہیں۔ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى یُؤْفَكُوْنَ ٥ (توبہ ٣٠)

فلسفہ قدیمہ ہو یا جدیدہ اس سے تعلق رکھنے والوں کی باتوں کا کوئی اعتبار نہیں خالق کائنات جلّ مجدہٗ نے اپنی کتاب میں سات آسمانوں کی تخلیق کا تذکرہ فرمایا، لیکن اصحابِ فلسفہ قدیمہ کہتے تھے کہ نو آسمان ہیں' اور اب جب نیا فلسفہ آیا تو ایک آسمان کا وجود بھی تسلیم نہیں کرتے۔ اب بتاؤ ان اٹکل لگانے والوں کی بات ٹھیک ہے یا خالق کائنات جلّ مجدہٗ کا فرمان صحیح ہے؟ سورۃ ملک میں فرمایا: اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ؕ وَهُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ (الملک ١٤) (کیا وہ نہیں جانتا جس نے پیدا فرمایا اور وہ لطیف خبیر ہے)۔

فلسفہ قدیمہ والے آسمان کا وجود تو مانتے تھے لیکن ساتھ ہی کہتے کہ آسمانوں میں خرق والتیام نہیں ہو سکتا، یعنی آسمان پھٹ نہیں سکتا، یہ بھی ان کی اٹکل پچو والی بات تھی کبھی نہ گئے، نہ جا کر دیکھا، زمین پر بیٹھے بیٹھے سب کچھ خود ہی طے کر لیا۔ جس ذات پاک نے آسمان زمین پیدا فرمائے اس نے تو آسمانوں کے دروازے بھی بنائے۔ سورۂ اعراف میں فرمایا: لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ (اعراف ۴۰) اور سورۂ نبا میں فرمایا وَفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا (نبأ ۱۹) اور آسمان کے پھٹنے کا بھی ذکر فرمایا، جس کا قیامت کے دن ظہور ہوگا: اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ (انشقاق ۱) اور وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ (الحاقۃ ۱۶) میں تذکرہ فرمایا ہے، لہٰذا ان لوگوں کی بات بالکل جھوٹ ہے جنہوں نے یوں کہا آسمان میں خرق والتیام نہیں ہو سکتا۔

کچھ لوگوں کو یہ اشکال تھا اور بعض ملحدوں کو ممکن ہے اب بھی اشکال ہو کہ ایک رات میں اتنا بڑا سفر کیسے ہو سکتا ہے؟ کبھی پہلے زمانہ میں کوئی شخص اس طرح کی بات کرتا تو اس کی کچھ وجہ بھی تھی کہ تیز رفتار سواریاں موجود نہ تھیں اور اب جو نئے آلات ایجاد ہو گئے ان کا وجود نہ تھا۔ اب تو جدہ سے ہوائی جہاز گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ میں دمشق پہنچ جاتا ہے، اگر اسی حساب کو دیکھا جائے تو بیت المقدس آنے جانے میں صرف دو تین گھنٹے خرچ ہو سکتے ہیں، اور رات کے باقی گھنٹے آسمانوں پر پہنچنے اور وہاں مشاہدات فرمانے اور وہاں سے واپس آنے کے لئے تسلیم کر لئے جائیں تو اس میں کوئی بُعد نہیں ہے، اب تو ایک رات میں لمبی مسافت قطع کرنے کا اشکال ختم ہو گیا، اور یہ بھی معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ختم نہیں ہوئی، اللہ تعالیٰ چاہے تو جو تیز رفتار سواریاں ہیں انہیں مزید در مزید تیز رفتاری عطا فرما دے اور نئی سواریاں پیدا فرما دے، جو موجودہ سواریوں سے تیز تر ہوں، سورۂ نحل میں جو سواریوں کا تذکرہ فرمانے کے بعد: وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (نحل ۸) فرمایا ہے اس میں موجودہ

سواریوں اور ان سب سواریوں کی طرف اشارہ ہے جو قیامت تک وجود میں آئیں گی، اب تو ایسے طیارے تیار ہو چکے ہیں جو آواز کی رفتار سے بھی زیادہ جلدی پہنچنے والے ہیں، اور ابھی مزید تیز رفتار سواریاں بنانے کی کوششیں جاری ہیں، یہی لوگ جو سفر معراج کے منکر ہیں یا اس کے وقوع میں متردد ہیں خود ہی بتائیں کہ رات دن کے آگے پیچھے آنے میں (ان کے خیال میں) زمین جو اپنی محور پر گھومتی ہے چوبیس گھنٹے میں کتنی مسافت طے کر لیتی ہے؟ اور یہ بھی بتائیں کہ آفتاب جو زمین کے کرہ سے کروڑوں میل دور ہے کرن ظاہر ہوتے ہی کتنے سیکنڈ میں اس کی روشنی زمین پر پہنچ جاتی ہے؟ اور یہ بھی بتائیں کہ جب چاند پر گئے تھے تو کتنی مسافت کتنے وقت میں طے کی تھی؟ یہ سب کچھ نظروں کے سامنے ہے پھر واقعۂ معراج میں تردّد کیوں ہے؟

صاحبِ معراج صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس براق پر تشریف لے گئے تھے اس کے بارے میں یوں فرمایا ہے کہ وہ حد نظر پر اپنا اگلا قدم رکھتا تھا، لیکن یہ بات ابہام میں ہے کہ اس کی نظر کہاں تک پہنچتی تھی، اگر سو میل پر نظر پڑتی ہو تو مکہ معظمہ سے بیت المقدس تک صرف سات آٹھ منٹ کی مسافت بنتی ہے۔ اس طرح بیت المقدس تک آنے جانے میں کل پندرہ ہی منٹ خرچ ہونے کا حساب بنتا ہے اور باقی پوری رات عالم بالا کی سیر کے لئے بچ گئی۔

آج کل جدہ سے دمشق تک ہوائی جہاز سے ایک ڈیڑھ گھنٹے کا راستہ ہے۔ اگر اسی کے مطابق غور کیا جائے تو دو تین گھنٹے بیت المقدس آنے جانے کے لئے اور باقی پوری رات عالم بالا کی سیر کے لئے تسلیم کرنے سے کوئی چیز مانع نہیں ہے۔ وما یتذکر الا من ینیب ۔ (مومن ۱۳)

مومن کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سنے اور تصدیق کرے۔ والمرتابون ھم الھالکون ۔

اب ہم آخر میں قصیدہ بردہ کے اشعار متعلقہ اسراء و معراج ذکر کر کے اس رسالہ کو ختم کرتے ہیں۔

قال صاحب البردة رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

سریت من حرم لیلاً الی حرم ۔ کما سری البدر فی داج من الظلم

آپ نے سیر فرمائی ایک شب میں حرم مکہ سے بیت المقدس کے حرم تک ۔ جیسے چودھویں رات کا چاند اندھیری رات میں چلتا ہے

وبت ترقی الی ان نلت منزلۃ ۔ من قاب قوسین لم تدرک ولم ترم

اور آپ ترقی کرتے گئے یہاں تک کہ پہنچے قاب قوسین کے رتبہ کو ۔ جو نہ ادراک کیا جاتا ہے اور نہ طلب کیا جاتا ہے

وقدمتک جمیع الانبیاء بہا ۔ والرسل تقدیم مخدوم علی خدم

اور اس رتبہ کے سبب سب انبیاء و مرسلین نے آپ کو مقدم کیا ۔ جیسے خادم اپنے مخدوم کو مقدم کرتے ہیں

وانت تخرق السبع الطباق بہم ۔ فی موکب کنت فیہ صاحب العلم

اور آپ شگاف کرتے چلے گئے ساتوں طبق آسمان کے ۔ جیسے ایک لشکر کہ اس کے صاحب نشان آپ ہیں

حتی اذا لم یدع شاوا لمستبق ۔ من الدنو ولا مرقی لمستنم

یہاں تک کہ باقی نہ رکھا پیش جانا کسی آگے جانے والے کے لئے ۔ نزدیکی میں اور نہ بالا جانے والے کے لئے بالا جانا

خفضت کل مقام بالاضافۃ اذ ۔ نودیت بالرفع مثل المفرد العلم

ہر مکان کو آپ نے پست کیا جیسے اضافت سے زیر ہوتا ہے اس ۔ لئے کہ آپ بلائے گئے بلندی پر جیسے منادی مفرد علم رفع سے پڑھا جاتا ہے

کیما تفوز بوصل ای مستتر ۔ عن العیون وسر ای مکتتم

یہاں تک کہ بہرہ ور ہوئے ایسے وصال سے جو کمال پوشیدہ ہے ۔ آنکھوں سے اور ایسے راز سے جو نہایت پوشیدہ ہے

نحزت کل فخار غیر مشترک ۔ وجزت کل مقام غیر مزدحم

پس حاصل ہوئے آپ کو سب ایسے رتبے جو باعث فخر ہیں کوئی ان میں شریک نہیں ۔ اور گزرے آپ ہر مقام میں کہ وہاں کوئی اور نہ تھا

وجل مقدار ما ولیت من رتب ۔ وعز ادراک ما اولیت من نعم

اور بہت ہی بزرگ ہیں وہ رتبے جو آپ کو دیئے گئے ۔ اور کسی کے ادراک میں نہ آئیں وہ نعمتیں جو آپ کو عطا ہوئیں

بشری لنا معشر الاسلام ان لنا ۔ من العنایۃ رکنا غیر منہدم

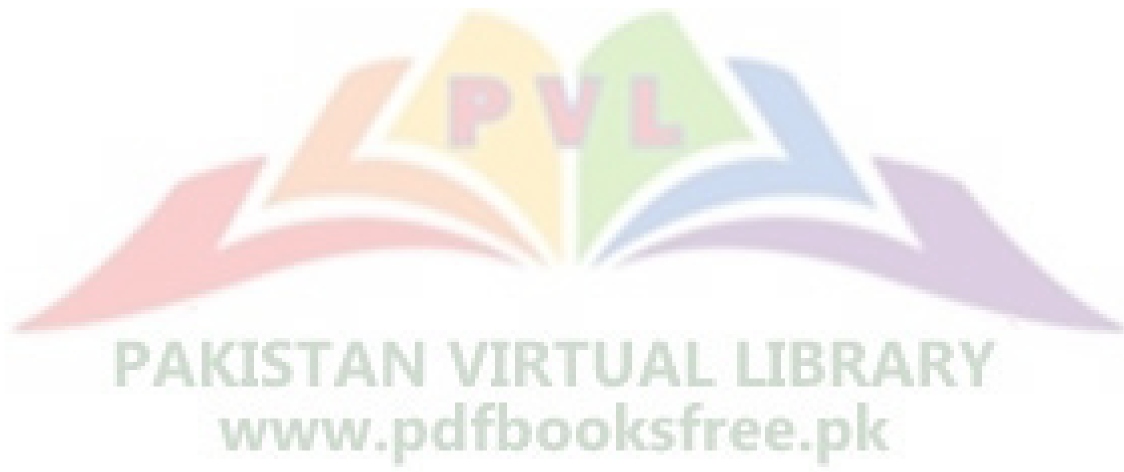
اے گروہ اسلام ہم کو بہت بشارت ہے کہ ہمارے واسطے ۔ ایسا رکن عنایت ہوا ہے جو کبھی گرنے والا نہیں

لَمَّا دَعَی اللّٰہُ دَاعِیَنَا لِطَاعَتِہٖ	بِاَکْرَمِ الرُّسُلِ کُنَّا اَکْرَمَ الْاُمَمِ
جب اللہ نے ہمارے داعی کو اکرم الرسل کے ذریعے	بلایا تو ہم اکرم الامم ہو گئے ۔

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

وھذا اٰخر السطور من ھذا الکتاب المسطور

سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۔



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مُربّعہ نعتیہ فارسی

دوش چوں از بے نوائی ہم نوائے دل شدم
از سفر واماندہ آخر طالبِ منزل شدم
دستِ گلگشت و بہارستان و خارستان بہم
پیش و پس بانگِ جرس از کارواں در ہر قدم
تا سروشِ غیب از الطاف قدسم یاد کرد
مامنِ خیر الورٰے بہرِ نجات ارشاد کرد
قبلۂ ارض و سما مرآتِ نورِ کبریا!
شافعِ روزِ جزا و انگہ خطیبِ انبیاء
صاحبِ خلقِ عظیم و مظہرِ جودِ عمیم

عہدِ ماضی یاد کردہ سوئے مستقبل شدم
کز تگاپو سو بسو شام غریباں در رسید
فکر و ہم ہمدم نفس اندر قفس زادِ رہم
دیدۂ عبرت کشودم مخلصے نا مد پدید
رحمتِ حق ہمچو من درماندہ را امداد کرد
مقصدِ ہر طالبِ حق آں مرادِ ہر مرید
سید و صدر علیٰ شمسِ ضحےٰ بدرِ دجےٰ
صاحبِ حوض و لواءِ ظلِّ خدا روز عتید
آیتِ رحمت کہ شانِ او رؤف ست و رحیم

رحمت للعالمین خواندش خداوندِ کریم
دست او بیضا ضیا جود تر از بادِ صبا
وقف امرِ عالمے بر ضحکِ آں رحمت لقا
داغ مہر او چراغ سینۂ اہلِ کمال
ثبت بر املائے وے لقمان و مالک بے خیال
از حدیث وے سمر در حیطۂ اہلِ اثر
سنّتِ بیضائے وے نورِ دل ہر با بصر
سیّدِ عالم رسُول و عبد ربّ عالمین
صادق و مصدّقِ وحی غیب و مامون و امین
منبر او سدرہ و معراجِ او سبعِ قباب
کاندر انجا نورِ حق بود و نبد دیگر حجاب
مدح حالش رفع ذکر و شرحِ وصفش شرحِ صدر
ہمگناں زیرِ لوائش یوم عرض و نیست فخر
اخیرِ و خیرالورٰی خیرالرسل خیرالعباد
نقد ما ز ہمت او خلق را زادِ معاد
انتخاب دفترِ تکوین عالم ذاتِ او
مشرقِ صبحِ وجودِ ماسوا مشکوٰۃ او
دین او دینِ خدا تلقین او اصل ہدٰے
صاحبِ اسرار و ناموسِ اکبر بر ملا
مولدش ام القرائے ملکش بشام آمد قریب
شرق و غرب از نشرِ دین مستطابش مستطیب

خلق و خُلق و قول و فعل و ہدی و سمت او حمید
حبذا وقتِ عطا ابرِ سخا آبِ بقا
عام اشہب از جمالِ طلعتش عیدِ سعید
شورِ عشقش در سرِ عمار سلمان و بلال
والہِ آثارِ وے معروف و شبلی بایزید
مسلم و مثلِ بخاری وقف بر دل صل سیر
اتقیا را اسوۂ اقدامِ وے تقلیدِ حمید
آں زماں بودہ نبی کآدم بد اندر ماء و طین
در ہر آں چیزے کہ آوردست از وعد و وعید
در مقامِ قربِ حق بر مقدمِ او فتح باب
دید و بشنید آنچہ جز وے کس نبشنید و ندید
او امامِ انبیا صاحب شفاعت روزِ حشر
سیّدِ مخلوق و عبدِ خاص خلّاقِ مجید
قدوۂ اہلِ ہدایت اسوۂ اہلِ رشاد
عالم از رشحاتِ انفاسِ کریمش مستفید
برتر از آیاتِ جملہ انبیاء آیاتِ او
مستنیر از طلعتِ او ہر قریب و ہر بعید
نطق او وحی سما حقا نجوم اہتدا
علمِ او از اولین و آخریں اندر مزید
خاکِ راہِ طیبہ از آثارِ وے بہتر ز طیب
امتش خیرالامم بر امتاں بودہ شہید

خاص کردش حق باعجاز کتاب مستطاب ۔۔۔ حجت و فرقان معجز محکم و فصل خطاب
نجم نجمش در براعت ہست برتر ز آفتاب ۔۔۔ حرف حرف او شفا ہست و بدیٰ بہر رشید
الغرض از جملہ عالم مصطفیٰ و مجتبیٰ ۔۔۔ خاتم دورِ نبوّت تا قیامت بے مرا
افضل و اکمل ز جملہ انبیاء نزد خدا ۔۔۔ نعتِ اوصاف کمالِ او فزوں تر از عدید
تا صبا گلگشتِ گیہاں کردہ بیباشد مدام ۔۔۔ بوئے گل بر دوش وے گرد و بعالم صبح و شام
باد بر وے از خدائے وے درود و ہم سلام ۔۔۔ نیز اصحاب و آل و جملہ اخیارِ عبید
وز جناب وے رضا بر احقران مستہام ۔۔۔ خاصہ آں احقر کہ افقر ہست از جملہ انام

مستغیث ست الغیاث اَے سرورِ عالی مقام
در صلہ از بارگاہت در نشید ایں قصید

